مراڑ

پاک ہریانوی زبان کے افسانے آں کی پہلی کتاب

مصنف

راؤ رحمت علی

تدوین

راؤ عمر حیات

ناشر

نوہرہ پبلی کیشنز ملتان

مراڑ

پاک ہریانوی زبان کے افسانے آں کی پہلی کتاب

مصنف

راؤ رحمت علی

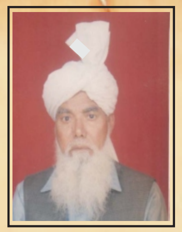

سن 1928ء جون کی پہلی تاریخ نے ریاست ہریانہ کے ضلع روہتک کے ایک گام سینپل میں نائب صوبیدار راؤ نذر علی کے گھر جنم لیا نام رحمت علی رکھیا گیا۔ اِن سے بڑے دو بھائی عالم علی اَر واجد علی تھے۔ عالم علی فوج میں اَر واجد علی کھیتی باڑی کرے تھا پر رحمت علی نے پڑھن کا شوق تھا۔ آٹھ سال کی عمر ہوندے ءِ کیلنگہ کے پرائمری سکول میں داخلہ ہو گیا اَر کیلنگہ سے پرائمری پاس کرن پاچھے کلانور کے سکول میں داخل ہو گے۔ 1944ء میں کلانور سے مڈل پاس کر لیا۔

1947ء میں قائداعظمؒ کی اواج پہ لبیک کہندے ہوئے اپنے بڑیاں گیل پاکستان آ گے۔ جد عمر اُنیس سال اَر تعلیم مڈل تھی۔ 1949ء میں اِسے تعلیم کے سر پہ ریاست بھاولپور میں سکول ماسٹر بھرتی ہو گے۔ اَر پھیر اپنی تعلیم میں دو جماعتاں کا اور بڑھاوا کریا اَر دس جماعت پاس کر لئی۔

اپنی ماں بولی تے بچپن تے ءِ پیار تھا، ماسٹر بن کے لکھن لکھان کا شوق بی بدھ گیا۔ شروع میں راجپوت برادری کے رِسالیاں (نوائے راجپوت، ندائے راجپوت، راجواڑہ وغیرہ) میں اُردو اَر ہریانوی میں شاعری بھی کری اَر نثر (کہانیاں، کہبت، ہجرت کے قصے) بھی لکھی پر اِن تے تسلّی نہ ہوئی تو پھیر کچھ بڑا کرن کا سوچیا۔

ریٹائرمنٹ تے پاچھے اپنے گوڑھے بیلیاں کنور نثار ایڈووکیٹ (ڈانوراں) اَر کنور عبدالمجید (کراچی) کے مشورے سے ہریانوی زبان کے افسانے لکھے اَر رانا نوشاد قاصر اَر راؤ محمد افضل کے تعاون سے کتاب مراڑ چھاپی جو کہ پاکستان میں ہریانوی زبان میں چھپن آلی پہلی کتاب بنی۔ یوہ کتاب ہریانوی زبان کا ایک شاہکار سے جس میں اِسے افسانے لکھے گئے سیں جو کلاسک ہریانوی زبان کی ایک روشن مثال سیں۔

نوہرہ پبلی کیشنز

مرکزی سیکریٹریٹ:
نوہرہ پاکستان ہریانوی زبان و ادب تہذیب و ثقافت کی نمائندہ تنظیم
تصویر محل بہادر پور چوک بوسن روڈ ملتان

حُذیفی پرنٹنگ سروس
0300-6305950 061-4501255 0308-7353557
huzaifi.press@gmail.com پل شوالہ ملتان

میرے بول

اِن افسانیاں کے لکھن آلا میں راؤ رحمت علی نے جون کی پہلی تاریخ ۱۹۲۸ء نے سینپل تحصیل و ضلع روہتک ریاست ہریانہ میں نائب صوبیدار نذر علی کے گھر جنم لیا۔ پرائمری درجہ کی پڑھائی اپنے گام کے لوّے کیلنگہ کے پرائمری مندر سے میں پوری کر کے کلانور ضلع روہتک سے ۱۹۴۴ء میں مڈل پاس کرا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا اور ہم سارے ہریانوی اپنا ایمان بچا کے پاکستان میں آ گے۔ اڑے سارے پاکستان میں بکھر گے۔ اس سے نہ مھاری بولی اپنی رہی اَر نہ اے مھاری کوئی ثقافت رہی۔ میں مندر سے میں ماسٹر بھرتی ہو گیا۔ پچاس برس پاچھے کھیال آیا۔ اک مھاری بولی تو مردی جا رھی سے، تیسری پیڑھی کے بالکاں نے اس بولی کا بالکل بیرا ءِ کونا اک ہریانے کی بی کوئے بولی سے؟

اس واسطے منے اپنی بولی میں افسانے لکھن کی ہمت کری، جے مھارے بالکاں نے اپنی ہریانہ ماں بولی کا بیرا تو لا گے۔ مانس گلتی کا بنیا ہویا سے، میں بی ایک مانس ہوں گلتی میرے تے بھی ہو سکے سے۔ اس کی معافی چاہوں گا۔ اللہ کے گھر سے امید سے میری ہریانوی افسانیاں کی یوہ کتاب ''مراڑ'' سارے ہریانوی بھائیاں کی ماں بولی پہ پوری اُترے گی اَر تھم نے پسند آوے گی۔

لکھن آلا

راؤ رحمت علی ماسٹر

مکان نمبر 38-C، بلاک زیڈ، سیٹلائیٹ ٹاؤن، احمد پور شرقیہ

٦ جون ٢٠٠٦ء

منے یوہ فخر سے اک میں اُس عظیم ہستی کا بیٹا سوں جس نے ہریانوی افسانیاں کی پہلی کتاب لکھی۔ جے میں اُس دور پہ نظر ماروں تو یوہ کارنامہ کوئے چھوٹا نہیں لاگدا اک اتنی جدید سہولت نہ ہون پاچھے بی اس کتاب کا چھاپنا واقعی ایک عظیم کام تھا۔ اس کتاب کی کھاس بات لیکھک کی جوان سوچ سے، جس بخت یوہ کتاب چھپی تو مصنّف کی عمر اٹھہتر برس تھی پر کتاب میں اتنی بڈی عمر کی جھلک کتے نئیں دکھے گی کتاب پڑھ کے اِسا لاگے سے اَک اس کا لکھن آلا کوئی جوان چھورا سے اَر اس کتاب میں چھوٹے افسانے دیکھ کے نیوں لاگے سے اک لکھن آلے نے ہریانوی کتاب چھاپن کی گھنی ءِ جلدی تھی۔ اس سفر میں جن بیلیاں نے ان کا ساتھ دیا ان میں ڈانوراں سے کنور نثار ایڈووکیٹ، کراچی سے کنور عبدالمجید، کلور کوٹ سے جمیل احمد رانا اَر ملتان سے رانا نوشاد قاصر گیل گیل رہے اَر رہنمائی بی کردے رہے۔ جد جا کے پاک ہریانوی زبان کی یوہ کتاب چھپی۔

راؤ عمر حیات

{جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں}

قانونی مشیران

☆ محمد اسلم رانا ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

☆ شیخ عاصم اظہار ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

نام کتاب	:	مراڑ
ایڈیشن	:	دوسرا
مُصنّف	:	راؤ رحمت علی
تدوین	:	راؤ عمر حیات
نگران اِشاعت	:	رانا تصویر احمد
قیمت	:	500روپے

{سٹاکِسٹ}

نوھرہ پبلی کیشنز

مرکزی سیکریٹریٹ، تصویر محل، بہادر پور چوک بوسن روڈ ملتان

فون: 0341-2227777، 0301-7489805

پاک ہریانوی زبان کی پاکستان کی پہلی کتاب ''مراڑ''

{پاک ہریانوی زبان کے افسانے آں کی پہلی کتاب}

مراڑ

''مراڑ'' مُلک میں اَر مُلک سے باھر اِتنی پسند کری گئی اَک جِد نوھرہ کا قیام ہویا تو چاروں اوڑ تے یوہ فرمائش آن لاگی اَک مراڑ نے دوسر کے چھاپو۔ تو یوہ سوچیا گیا اَک نوھرے کی چھتری تلے ہریانوی بولی بولن اَر پسند کرن آلیاں واسطے ''مراڑ'' دوسر کے چھاپی جاوے۔ تو نوھرہ پاکستان کی اوڑ تے ''مراڑ'' کا دوسرا ایڈیشن تھاری کِھدمت میں حاجر سے۔

مُصنّف: راؤ رحمت علی

تدوین: راؤ عمر حیات

ناشر: نوھرہ پبلی کیشنز ملتان

{اِنتساب}

اپنے عظیم باپ راؤ رحمت علی (مرحوم) اَر ہریانوی بولی بولن آلیاں کے نام

پہلی اِینٹ

رانا تصویر احمد (چیئرمین نوھرہ پاکستان)

حال کی گھڑی میں پورے پاکستان میں پاک ہریانوی زبان وادب، تہذیب وثقافت کا ڈونڈا پاٹ رھیا سے۔ اعلی تعلیمی ادارے آں میں تھیسز، تقریبات، نوے ادب کی تخلیق، ترجمہ، تنقید، شاعری اَر آرٹ کی ہر طراں کی ترقی میں پورے ملک میں نوھرہ پاکستان اپنی ڈیوٹی پوری کرن لاگ رھیا سے۔ آج جو پاک ہریانوی کے زبان وادب کی عمارت چمکدی دمکدی دِکھے سے، اِس عمارت کے پہلے تین پلّر کنور نثار احمد، راؤ رحمت علی اَر رانا نوشاد قاصر سیں، ان تینون بڈیاں کے دل میں ماں بولی کی جو تڑپ رہی سے ھم سارے آج تک اس سے فیدہ ٹھاہ رھے ساں یہ تینوں عظیم لوگ بابائے پاک ہریانوی کہوان کے حقدار سیں۔

راؤ رحمت علی پاک ہریانوی زبان وادب میں فِکشن کی پہلی اِینٹ سے، مھارے گھراں میں تو کِمے نہ کِمے ہریانوی موجود رہی سے۔ اَر کہانی کی کوئے نہ کوئے شکل چاہے واہ داستان، کہانی، کہبت، سینہ گزٹ، بڈھی بُڈھیاں کے سُنائے ہوئے قصے یا سانگ، راگنی کی صورت میں ہر ہریانوی گھر میں زندہ رہی سے۔ پَر اِن کہانیاں نے افسانوی شکل پہلی بر بابا رحمت نے دیئی سے۔ نوّے کی دہائی میں جد ہم طالبعلم تھے اَر راؤ عمر فاروق کی محفلاں میں جایا کراں تھے تو ایک سفید داڑھی، موٹا چشمہ، ہلکے رنگ کا کُرتا، سِر پہ کھنڈ کا دھرے محفل کی جان ہو یا کرے تھا۔ واہ بزرگ اِسی مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے اَک جی آپے آپ اُن کا ھنی کھنچے تھا۔ لکھن پڈھن کا شوق ہم نے بھی نہیں تھا پَر بولن کا ڈھنگ ہم نے بابا رحمت سے سیکھیا۔ قصے کہانیاں اِتنا جی لا کے سُنایا کریں تھے اک جی کرے تھا بیٹھے سُندے رھواں۔ بابا رحمت بالکاں میں بالک ار بڈیاں میں بڈا ہو یا کرے تھے۔ اُن کا بات کرن کا ڈھنگ ایہے تک مھارے کاناں میں رس گھولن لاگ رہیا سے۔ اِن کا تخلیق کردہ افسانوی ادب کئی دہائیاں گذرن کے باوجود آج بھی اپنی جگہ ءِ نیوں کا نیوں کھڑیا سے۔ ھم نے جد ماں بولی نے زبان بنان کا بیڑا اٹھایا تو کئی سالاں لگ

مھارے پہ ماں بولی میں لکھیا ہویا خزانہ بوہت تھوڑا تھا۔ کنور نثار کی محفلاں، تخلیقات، تحقیق، نوشاد قاصر کی دانش ورانہ شاعری اَر بابا رحمت کی ''مراڑ'' اس ٹیم مھارے پہ پاک ہریانوی زبان میں کلاسک کی حیثیت راکھے سیں۔

پاکستان میں ہریانوی بولی سے زبان تک کا سفر جد بھی کوئی مورخ لکھے گا اُس میں بابا رحمت کا کریا ہویا کام سب تے آگے پاوے گا۔ پاک ہریانوی زبان کی پہلی افسانوی کتاب ''مراڑ'' کا دوسرا ایڈیشن اِیب تھارے ہاتھاں میں سے۔ اِس حوالے سے سب سے گھنی کوشش بابا رحمت علی کے چھورے راؤ عمر حیات کی سے۔ راؤ عمر حیات بذات خود اپنی ذات میں ایک انجمن سے۔ جِس فیلڈ میں بھی گیا لٹھ گاڑ دیا۔ بطور معلم، سکاؤٹ، ماہر تعلیم، انتظامی آفیسر اَر سپورٹس ڈائریکٹر جتھے بھی گیا الحمدﷲ ایک روشن مینار کی طراں مھارا بھائی الگ ءِ نظر آیا۔ جس دن اِس سے ''مراڑ'' کا دوسرا ایڈیشن چھاپن کی بات ہوئی اُس دن سے لاگ کے آج تک راؤ عمر حیات کی آنکھاں میں چمک اَر مکھ پہ لالی ایک فرماں بردار بیٹا ہون کا واضح ثبوت سے۔ اِس بھلے مانس نیں اِتنی محبت اَر دلچسپی سے یوہ کتاب دوسر کے چھاپن کا کام کرا اک نیوں لاگے سے کہ اِس نے بابا رحمت سامنے بیٹھیا دِکھے سے۔ نیوں لاگے سے ایک ایک ورقہ اَر ایک ایک لفظ جنوھا نجواں گیل دھو کے جوڑا سے۔ اِس کتاب کے مرتب ہون میں تین نسل منے دیکھی سیں۔ بابا رحمت علی، راؤ عمر حیات، راؤ نعمان اَر راؤ فیصل اِن چاروں شیراں میں تربیت اَر ترتیب واضح نظر آویں سیں۔ اللہ اِن نے اِس کا اجر دیوے گا۔

میں نوھرہ پاکستان کا چیئرمین ہون کے ناطے اپنی ٹیم کا بھی شکر گذار سُوں اک نوھرہ پاکستان کی پوری ٹیم اَر ہریانوی بولی سے پیار کرن آلیاں نے ''مراڑ'' کی دوسر کے چھپائی میں مھارا آدر مان بڑھایا اَر آج یوہ بڑھیا کتاب مھارے ہاتھ میں سے۔

انمول شبدوں کا شہد

''دو چار میٹھے بول بدھائی کے''

کنور نثار احمد ایڈووکیٹ (ڈانوراں)

یا تھارے سامنے بابا راؤ رحمت علی خاں کی کتاب ''مراڑ'' حاجر سے۔ بابے کی آواج گرجدار سے۔ بابا ہریانی جبان کا پاکستان میں گرو سے! پر بابے نے آج تک چیلہ کوئی نہیں بنایا! بابا کوئی گنی سے! کیونکہ گن کی حد کونی ہوندی۔ بابا ہریانی ادب کا کیری سے! ادب جگت کا ساجھا ہو سے۔ موہ ماماتا ہو تو اسی بڑھیا کتاب لکھی جاوے سے۔ ٹھیٹھ ہریانی جبان میں پاکستان میں یا پہلی کتاب سے۔ چودہ افسانے سیں، جد منے ہریانہ اُردو اکیڈمی کی نیم دھری تو سنگتی ساتھیاں کی جرورت پڑی، دیس میں ڈھنڈورا پیٹا، تو بابا نے ڈنکے کی چوٹ سنی، تو بابا سِر کے بل آیا۔ چار ساتھی پہلے تھے، چار تھمپ۔

۱۔ جمیل احمد رانا (کلورکوٹ) ۲۔ رانا محمد یونس (چک نمبر 7/WB وہاڑی)

۳۔ رانا نوشاد علی قاصر (ملتان) ۴۔ کنور نثار احمد ایڈووکیٹ (بانی) ڈانوراں

اَن رس دھن رس پریم رس سب رس راکھے تول
جبان برابر رس نہیں جے کوئے جانے بول
اِتنی بڑھیا اتنی اچھی کتاب تنے کر کمال دکھایا
چالے پاڑ گیا تیں بابا رحمت یا لکھ کے کیو کر لایا
ہیرا بھی آپ جوہری بھی آپ دھر کسوٹی پرکھ کے لایا
خوب چاندنا ہوگا بابے نے اِسا دیوا جلایا
بڑے بڑائی ناتجیں اور بڑے نابولیں بول
ہیرا مکھ سے کد کہے بھئی لاکھ ہمارے مول

یا کتاب چھپدے سیتی اُردو ادب، ہندی ادب اَر ہریانوی ادب میں انوم بدھاوا کرے گی۔ جگت میں ہریانی جبان سے عمر میں بڈی کوئے جبان نہیں۔ اس جبان نے بھارت ورس پہ پانچ ہزار سال راج کریا سے۔ اس جبان کا رس، مٹھاس، موہ ماماتا، گرج چھ سات حجار جباناں میں سے کسی میں نہیں گو کہ اس جبان کے بنیادی حروف (حروف تہجی) سب سے تھوڑے سیں۔

چندالفاظ ''مراڑ'' اور ''مصنف'' کے بارے میں

حنیف ساجد (پھلروان)

زیرنظر کتاب ''مراڑ'' کے مُصنّف جناب راؤ رحمت علی اُنیس سن سنتالیس میں پاکستان کی طرف ہجرت کرنے والے ان لاکھوں افراد میں شامل ہیں جو اپنے پیراہن میں دام ودرہم کی بجائے اپنی گرہ فکر میں ہریانوی مٹی کے ثقافتی، تمدنی، لسانی اور علاقائی اقدار واطوار کے منظر نامے لائے تھے تاریخی اعتبار سے اس مختصر سے دور میں مندرجہ بالا افراد کی ایک واضح ہی نہیں بلکہ واضح ترین تعداد دائمی اجل کو لبیک کہہ گئی اور جو ابھی حصار زیست میں ہیں (قسّام ازل انہیں عمر نوح عطا فرمائے) ان میں سے اکثر و بیشتر پیر سالی کی دہلیز پر بدنی نقاہت، گرانی سماعت، ضعف بصارت و دیگر اس قبیل کے عوارض میں مبتلا نخل حیات کی شگفتگی سے محروم ہیں تاہم ہریانہ سے تعلق رکھنے والی موجودہ نسل میں تو شاہد ہی کوئی ایسا جوان ہو جو ہریانوی ورثہ اسلاف بالخصوص ہریانہ کے لسانی سرچشموں سے کما حقہ، آشنا ہو۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دیدہ اور شنیدہ کے درمیان بعد اعشرقین ہوا کرتا ہے لہٰذا وہ شخص جس نے آرائش نگارخانہ کے بارے میں محض سنا ہو اس شخص کے برابر نہیں ہو سکا جس نے اس نگارخانے کا بذات خود نظارہ کیا ہو۔

اس چمن میں مزید کسی دلیل واستدلال کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے زیرنظر اس بنائے مقدمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں جس کا مقصود مطلوب جناب راؤ رحمت علی کا وہ منظر نامہ ہے جس کی زیارت کے بعد راقم الحروف یہ محسوس کر رہا ہے کہ پاکستان میں قیام پذیر ہریانوی راجپوتوں کی یہ نسل نو شاید ہی اس منظر نامے کی تاب لا سکے کیونکہ اس میں رواں دواں کا روانِ حرف سے مذکورہ نسل نو کے بیشتر افراد اس طرح ناواقف ہیں جس طرح دامن ہمالیہ کے متوطن افریقی صحرائیوں کے ورثہ لسان سے بیگانہ ہوں آخر ہریانہ سے تعلق رکھنے والی اس نئی نسل کے لیے یہ صورت حال کیوں پیدا ہوئی کہ ہریانہ کی مٹی سے اٹھنے والا یہ خمیر اپنے ہی لسانی ورثہ سے محروم رہ گیا۔ اس کے پس منظر میں بہت سے عوامل اور بہت سی وجوہات ہیں جن کا اس مقام پر تفصیلی ذکر اس پیش لفظ کو کتابی شکل دینے کے مترادف ہوگا البتہ چند ایک وجوہات کا انتہائی اختصار سے جائزہ

لینا ضروری خیال کرتے ہوئے ان وجوہات کو مرحلہ وار پیش کروں گا اول تو یہ کہ جب کوئی قبیلہ اپنے کسی مولد اجداد سے ترک سکونت کے بعد کسی دوسرے مقام پر مستقلاً اپنا رخت سفر کھولتا ہے تو مذکورہ قبیلہ کی ایک ادنیٰ سی نیم خانہ سے لے کر اس کی اقتدار اعلیٰ تک زیروزبر ہو جاتی ہیں اور یہ مقام نو اس نو وارد قبیلہ کے ہر شعبہ زیست کو کسی نہ کسی زاویے سے اپنے خارجی و داخلی اثرات کی لپیٹ میں لے لیتا ہے دوم یہ کہ اگر مذکورہ بالا قبیلہ کسی بھی مجبوری کے تحت اپنی اجتماعی اقامت کا بندوبست نہ کر سکے تو اس قبیلہ کی بیشتر قدریں خواہ وہ پختگی میں سنگ سیاہ سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہوں زیر تمازت آفتاب برف کی دیواریں ثابت ہوتی ہیں سوم یہ کہ اگر اس قبیلہ کے اہل منصب اپنے ورثہ جات موطن جن میں بالخصوص زبان و پیراہن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، کونسیاں پر اس لیے رکھ دیں کہ ان کے ارتقائے حیات سے یہ مطابقت نہیں رکھتے تو راقم الحروف کی ناقص رائے کے مطابق مذکورہ بالا مقتدر طبقات اس قبیلہ کے ان پس ماندہ افراد (جو اپنے ورثہ اسلاف کی پاسداری کر رہے ہیں) کے لیے نہ صرف درس بے اعتنائی کا سبب بنتے ہیں۔ بلکہ ایسے طبقات قانون ارتقاء اور قاعدہ تشخص سے بھی قطعی بے بہرہ ہیں۔ اسے بطور تمثیل یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس کرہ ارض پر سکونت پذیر اربوں انسان اپنے لباس و زبان ہی سے اپنے علاقہ کی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں اس ضمن میں اپنے ہی ملک عزیز کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ جب کبھی علاقائی ثقافت کی نمائش مقصود ہوتو پاکستان کے چاروں صوبوں کے افراد ان کے علاقائی لباس ہی میں دکھائے جائیں گے۔ نیز مذکورہ اشخاص کو اگر ایک ہی لباس پہنا دیا جائے تو ہمارے پاس ان کی شناخت کا کونسا پیمانہ رہ جائے گا؟ اب ان کے تشخص کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے علاقائی پیراہن میں نہ ہو اس کی پہچان اس کے علاقے کا تعین کرے گی لہٰذا کسی بھی ہوشمند انسان کے نزدیک تشخص کا یہ قاعدہ قانون ارتقائے یات کے متصادم نہیں اگر تشخص کا یہ قاعدہ تعمیر و ترقی کی راہ میں رخنہ ہوتو امریکہ جو ایک طرف تو تحت الثریٰ اور دوسری طرف کہکشاؤں کا سراغ لگا رہا ہے اپنے پیراہن کی قطع و برید سے لے کر زبان و بیان کے سبھی قواعد تک بدل ڈالتا جو صدہا سال سے اس مین مروج ہیں مگر اس کے لیے ایسا کرنا یوعصر کی ساعت اول تک ممکن نہیں کیونکہ وہ مذکورہ

بالا قانون ارتقاء اور قاعدہ تشخص کی روح سے پوری طرح باخبر ہے یہی وہ پختہ دلیل ہے۔

جس پر جناب راؤ رحمت علی اور ان ایسے بہت سے احباب جن میں سے چند ایک کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ اپنے لسانی تشخص پر پوری پامردی سے ڈٹے ہوئے ہیں تاہم جناب راؤ رحمت علی و دیگر مذکورہ بالا اشخاص کو اس بات کا بھی مکمل ادراک ہے کہ یہ قاعدہ تشخص اس کرہ ارض کے باسیوں ہی کا مروج کردہ نہیں بلکہ یہ زیست خداوندی بھی ہے کہ آسمانوں سے نازل ہونے والی چاروں مقدس کتابیں اور یک صد سے زائد ضمیمے جن عظیم ہستیوں نے آغوش یار میں سیکھی تھی کیا چاروں مذکورہ کتب اور یک صد سے زائد ضمیموں، لسانیات کے پیرائے ان علاقوں کی مقتدر شخصیات نے مزین کیے تھے۔ جن کی پیروی میں تنوعیات کا سلسلہ شروع ہوا اگر ایسا نہیں تو یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مادری زبان کا لحاظ قسام ازل نے بھی رکھا ہے اہل ہریانہ و دیگر اس نوع کے علاقائی لوگوں کے پاس مادری زبان کے علاوہ اور ہے بھی کیا جو ان کی علاقائی شناخت کا ذریعہ بن سکے کیونکہ ہریانہ کا نہ تو اپنا کوئی مخصوص لباس ہے اور نہ ہی اس زبان کا کوئی قطعی طور پر علیحدہ رسم الخط اس کے باوجود بھی اگر اہل ہریانہ کسی باطنی دباؤ کے تحت اپنے لب و لہجہ سے محض اس لئے اجتناب کریں کہ دیگر خوفگن دنیائے لسان و زبان سے ان کا لب و لہجہ میل نہیں کھاتا تو اس ضمن میں انتہائی معذرت کے ساتھ مزید وضاحت کے سلسلہ میں بندہ ناچیز اپنا شعر ان کی نذر کر رہا ہے کہ

کیوں رہے گا اِس کی دُنیا میں اندھیرا گر کوئی
اِک دیے سے دوسرا روشن دیا کرنے لگے

علاوہ ازیں تاریک عالم بھی اس بات پر گواہ ہے کہ اس کرہ ارض کی ہزاروں زبانوں میں سے ایک بھی زبان ایسی نہیں جو اپنی ساختیات اور لب و لہجہ کے اعتبار سے دوسری زبانوں سے مختلف نہ ہو صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ اس بات پر بھی مجھ سے اتفاق کریں گے۔ کہ دنیا کی کوئی بھی زبان کسی ماہر حیات کی تشکیل کردہ نہیں خاکدال کی ہر زبان با اعتبار تاسیس گروہی کاوشوں ہی کی مرہون منت ہے اور ان گروہوں کی شناخت کا ذریعہ ان کی زبان و لباس ہے کہ وہ کرہ ارض

کے کس علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں اگران گروہوں نے اپنے ملبوسات بدل لئے تو ان کی زبان ان کی شناخت کا حوالہ بنے گی اور اگر انہوں نے زبان بھی بدل لی تو ان کا لب ولہجہ ان کی نشاندہی کرے گا اور اگر انہوں نے لب ولہجہ بھی بدل لیا تو ان کی علاقائی شناخت کا پیمانہ روشنائی سے لکھے ہوئے اس قرطاس کی مانند ہوگا جو بارشوں کی زد پر رہا ہو بہر حال ہریانہ کے وہ لاکھوں افراد جو پاکستان میں مقیم ہیں ان ہی میں سے ایک ایسا ضعیف العمر شخص جس کی عمر نو دہائیوں کے لگ بھگ ہو اہل ہریانہ کے لسانی ورثہ کی ترغیب وترویج اور فروغ وبقا کے لیے کبھی تو وہ شب تیرہ کے دامن کو اشکوں سے بھر رہا ہوتا ہے اور کبھی وہ ہریانوی امثال ومحاورہ جات کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کے لیے خود ہی اپنے پاؤں میں صعوبتوں کے سفر باندھ لیتا ہے۔ کہیں وہ لفظوں پر دی جانے والی علامات کے خارزاروں میں گھر کر کسی جہد زخم خوردہ کی طرح حصار کرب میں سکون حیات کی تمام تر لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور کہیں وہ افسانوی خاکوں کی ادھیڑ بن میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اسے فکر خوردونوش تک نہیں رہتی کبھی وہ تیشۂ حرف سے جوئے معنی نکالنے میں برسوں کی مشقیں کاٹتا ہے اور کبھی فکر وخیال کو ضابطہ تحریر میں لانے کے لیے حبشۂ احساس پر سال اضطراب کی بکل مار لیتا ہے، آخر کیوں؟ اس لئے کہ اسے یہ یقین ہو چکا ہے کہ جن لسانی تشخص کی راہوں پر کبھی جم غفیر تھا وہ راہیں اب صحرائی مناظر پیش کر رہی ہیں بہر حال اس ورثہ سے محبت اور اس کی نگہداری کرنے میں جناب مہدی حسن راؤ (ریٹائرڈ کرنل) جنہیں پاکستان مین ہریانوی زبان کا پہلا ناول ''گاؤں کی گوری'' اور دوسرا زیر طبع ناول ہریانوی قلوپطرہ'' لکھنے کا اعزاز حاصل ہے کہ علاوہ جناب رانا منصب علی چیف ایڈیٹر جہاں راجپوت لاہور۔ جناب کنور نثار احمد ایڈووکیٹ ڈانوراں۔ معروف شاعر جناب رانا نوشاد قاصر (جو ہریانوی ذخیرہ الفاظ سے ایک فرہنگ ترتیب دے رہے ہیں) جناب عبدالحکیم رانا پٹیالوی اور زیر نظر کتاب کے مُصنّف جناب راؤ رحمت علی جن کو پاکستان کی تاریخ میں ہریانوی زبان کا پہلا افسانوی مجموعہ رقم کرنے کا جو اعزاز وکمال حاصل ہوا ہے اسے نہ صرف اک زمانہ بنظر استحقاق دیکھے گا۔

بلکہ راقم الحروف کی نگاہ میں جب کوئی شخص ان افسانوں کو پڑھے گا تو خاک ہریانہ

فرحت واسے مزید ہمکنار ہوگی اور اس افسانے کا ہر لفظ جب قوانین صبوت وصدا کے تحت ملبوس بقا پہن کر اپنے ابدی سفر پر رواں دواں ہوگا تو ہریانہ کی زمین سے اٹھنے والی صدائیں اپنے قبیل کی ان آوازوں کو پہچان کر انکی رعنایوں میں اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے ہوئے:۔

جناب راؤ رحمت علی کا اس گرمجوشی سے استقبال کریں گی جسے نہ تو کلاہ سکندر نہ تخت طاؤس اور نہ ایوان دوم نے دیکھا ہو۔

ماں بولی

جمیل احمد رانا (کلورکوٹ)

ہریانوی بقول ماہر لسانیات حافظ محمد شیرانی دراصل وہ پرانی اُردو ہے جو گیارہویں صدی ہجری میں خود دہلی میں بولی جاتی تھی۔ بہ الفاظ دیگر اُردو نے دہلی میں پرانی زبان کے بطن ہی سے جنم لیا یا یوں کہیے کہ زبان اُردو اس ہریانوی زبان کی اصلاح شدہ شکل کا نام ہے۔

ہریانوی کے بچھڑ جانے کا سبب دراصل یہ ہے کہ اس زبان کے ادب کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی شعوری کوشش سے بے اعتنائی برتی گئی۔ قیام پاکستان سے قبل اس کی ضرورت شاید اس لئے بھی محسوس نہیں کی گئی کہ ہریانہ سے موسوم خط میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک لب ولہجہ کے قدرے اختلاف کے ساتھ ہریانوی ہی میں مافی الضمیر ادا کیا جاتا تھا۔ لیکن اب صورت حال قطعی مختلف ہے۔ اس خطے کے باسیوں کا یہاں یوں بسنا یا بسایا جانا کہ سیالکوٹ سے لے کر حیدرآباد سندھ تک بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ایسی صورت میں اس زبان کی بقا اور اس کا دوام بڑا کٹھن اور عہد مسلسل کا متقاضی ہے اگر اس خسارہ کا احساس ابتداء ہی میں کرایا گیا ہوتا تو آج ہریانوی کا دامن ہر صنف ادب سے مالا مال ہوتا۔ نیند کے مارے بہت دیر سے جاگے ہیں۔

لیکن یوں جیسے شیر انگڑائی لے کر جاگتا ہے جاگ اٹھنے والوں میں ایک بڑا نام راؤ رحمت علی خان کا ہے۔ زیر نظر مجموعہ ان کی ذہنی، قلبی اور قلمی صلاحیتوں کا اظہار ہے یہ ہریانوی زبان کے احیاء کی نوید بن کر طلوع ہوا ہے۔ منصف موصوف ۷۵ سال کے پیٹے میں ہیں لیکن ان کا قلم جوان ہے، جو اِن کے جواں حوصلے اور جواں امنگوں کا مظہر ہے۔ اللہ انہیں اور ان کے جذبوں کو سلامت رکھے! آمین۔

عظیم باپ

راؤعمر حیات (ملتان)

سن 1928ء جون کی پہلی تاریخ نے ریاست ہریانہ کے ضلع روہتک کے ایک گام سینپل میں جمعدار (نائب صوبیدار) راؤ نذر علی کے گھر تیسرا چھورا پیدا ہویا جس کا نام رحمت علی دھریا گیا، رحمت علی سے بڑے دو بھائی عالم علی اَر واجد علی تھے۔ عالم علی فوج میں اَر واجد علی کھیتی باڑی کرے تھا۔ رحمت علی سے چھوٹی دو بہان اَر ایک بھائی لطیف بی تھا۔

نذر علی نے چاہ تھا اک میں اپنے اس بیٹے نے اسکول میں پڑھاؤں گا، رحمت علی کی عمر جدآٹھ برس ہوئی تو پڑھن کھاتر سینپل سے چار کوس دور کیلنگہ کے پرائمری اسکول میں داکھلہ کرا دیا گیا۔ اَر رحمت علی نے بڑے شوق سے اسکول جانا شروع کر دیا۔ رحمت علی کا گہرا یار اَر چاچے کا بیٹا عبدالعزیز عرف جیجو بھی روز گیلے جاندا پرواہ اسکول کے باہر بیٹھ کے سارا دن رحمت علی کی راہ دیکھدا اَر دوپہر اں نے گیل گھرآندا۔ کیلنگہ سے پرائمری (چار جماعت) پاس کرن پاچھے کلانور کے اسکول میں داکھلہ ہوگیا اَر آگے پڑھائی شروع ہوگی۔ 1944ء میں کلانور سے مڈل کا امتحان پاس کرلیا، جیجو کے گیل گیل ایک اور گہرا یار تھا وہ چماراں کا چھورا بنواری لال تھا۔ تینوں کٹھے کھیلیاں کریں تھے، کٹھے ناچ دیکھن گام دھر گام جایا کریں تھے۔ پاکستان آن پاچھے دونوں اپنے یار بنواری لال نے کھوب یاد کریا کریں تھے پر اُس بخت نہ تو ٹس اپ تھا اَر نہ اس طرح کے موبائل فون جو رابطہ ہوسکدا۔ 2017ء میں میرا آسٹریلیا جانا ہویا تو اُڑے روہتک سے آئے ''بول ہریانہ'' چینل کے نمائندے راج نرائن نے میرا انٹرویو چلایا، بنواری لال کے بھتیجے سندیپ نے واہ انٹرویوٹن کے میرے سے رابطہ کریا اَر اپنے تاؤ بنواری لال سے میری وڈیو کال پہ بات کرائی واہ منے دیکھ کے بھوت راجی ہویا جد اُس نے بیرا لاگیا کہ میں رحمت علی کا چھورا سوں، اس کے چھ مہینے پاچھے بنواری لال فوت ہوگیا۔

جمعدار نذر علی کا گام میں چالیس ہاتھ لامبا پکا نوہرہ تھا جس میں سارے بُڈھے، جوان اَر بالک بیٹھیا کریں تھے، ڈانگر بھی بندھیں تھے اَر گڈے بھی کھڑے ہوں تھے۔ شام نے

کھیتاں سے آ کے نوھرے میں کھوب محفلاں جمیں تھیں، بڈھے بڈے اپنے قصیں سناویں تھے اَر جوان حقہ بھر بھر لیاویں تھے۔ اِن محفلاں مین چھوٹے بڈیاں سے ادب ادآب بی سیکھیں تھے ۔اَر ایک دوسرے کا آدر بی کریں تھے، جھگڑیاں کے فیصلے، بیاہ سگائی اَر رشتے بی نوھرے میں ہوں تھے۔ والد صاحب اپنے نوھرے کا اس انداز سے ذکر کریا کریں تھے کہ ہم اپنے آپ نے اس نوھرے میں بیٹھیا محسوس کراں تھے۔ اَر جد بنواری لال کے بھتیجے سندیپ نے وڈیو کال کے ذریعے مھارا نوھرہ دکھایا تو منے نیوں لاگیا جنوں منے یہ یوہ بھوت پہلے دیکھ راکھیا سے، واہ نیوں کا نیوں تھا جِسا ابا جی بتایا کریں تھے، اس میں کوئی بدلاؤ کونی آیا۔

والد صاحب اَر اُس کے بیلیاں نے سانگ (ڈرامے) دیکھن کا بوہت شوق تھا۔ جد بی بیرا لاگے تھا کہ کسے گام میں سانگ ہو ریا سے تو سانگ دیکھن پیدل ءاُس گام میں پہنچ جیا کریں تھے، اَر ساری رات سانگ دیکھ سویرے تڑکے اُلٹے آجیں تھے، سکول کی کدے چھٹی نہیں کری۔ گھنپت سنگھ، بندہ میر مہی، حاجن حسینہ کلات والی اور دوسرے مشہور سانگیاں کے سانگ بوہت شوق سے دیکھیں تھے۔

ابا جی نے پھرن ٹرن کا بھی گھنا شوق تھا، سانگ دیکھن کے شوق میں اَر رشتے داریاں کی وجہ تے کھوب گام پھرے جن میں کلانور، روہتک، کیلنگہ، نگانہ، سوانی، جاٹو سانہ، کھیرڑی ،اوول، کاہنی وگیرہ گھنے گام شامل تھے، ایک بردلّی بی گئے۔ 14 اگست 1947ء میں جد پاکستان بنیا تو اپنے دین کی کھاتر قائداعظم کی آواج پہ لبیک کہندے ہوئے اپنے بڈیاں کی گیل پاکستان آ گئے۔ جد والد صاحب کی عمر اُنیس سال تھی اَر تعلیم مڈل تھی۔

ہجرت کے پاچھے پہلا پڑاؤ منٹگمری تھا، پھیر سندھ بگ گے اَر دو سال سندھ (جیمس آباد) میں رہن پاچھے ریاست بھاولپور میں آ گے اَر لال سوہانرے کے لوے پڑاؤ گیر یا۔ 1949ء میں مڈل تعلیم کی بنیاد پہ ریاست میں سکول ماسٹر بھرتی ہو گے اَر دو سال پاچھے پھیر ہجرت کر کے ڈونگے بونگے (بہاولنگر) بگ گے، اُت نوکری کے گیل گیل کاشتکاری بھی کری۔ 1963ء میں تبادلہ احمد پور شرقیہ ہو یا تو پھیر اس شہر آ گے اَر اُرے اِسا جی لاگیا کہ آخر بخت تک اِسے شہر میں

جندگی پوری کر دی۔ 1966ء میں اپنی تعلیم میں دو جماعتاں کا اور اضافہ کر لیا اَر میٹرک کی ڈگری لے لی۔ اللہ نے دو بیٹے دیئے بڑا راؤ عمر دراز جو کہ پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہو گیا اَر چھوٹا راؤ عمر حیات جس نے باپ کا پیشہ اپنا لیا۔

والد محترم نے اپنی ماں بولی سے بچپن سے گھناء پیار تھا، مھارا بچپن ان کے ہجرت تے پہلاں کے قصے، نوھرے کی باتاں اَر سانگ جوگیاں بارے سُن کے گذر یا۔ پوری پوری راگنی اُن نے جبانی یاد ہوں تھی۔ پاکستان آن کے پاچھے بھی یوہ شوق تھوڑا کونی ہویا۔ شروع شروع میں اُرے بھی بیاہ شادیاں میں گاماں میں لوگ جوگیاں نے بلاویں تھے اَر راگنی گائی جایا کریں تھی۔ سانگ بھی ہوں تھے، آہستہ آہستہ نئی ٹکنالوجی نے یہ چیجاں کھتم کر دیں۔

شعبہ درس و تدریس میں ہون کی وجہ سے والد محترم راؤ رحمت علی نے لکھن لکھان کا شروع سے شوق تھا، کیوں کہ سانگ کھوب دیکھے، راگنیاں کھوب سنیں، یہ سب جبانی یاد تھے ۔ جوگیاں کی اَر سانگیاں کی کیسٹاں کا گھر میں ایک خزانہ تھا۔ پورے ملک میں جِت بی ماں بولی واسطے کوئی کٹھ ہو تھا تو جرور جاویں تھے۔ راجپوت برادری کے گھنکھرے رسالے (نوائے راجپوت، ندائے راجپوت، راجواڑہ وغیرہ) میں اُردو اَر ہریانوی میں نثر اَر اشعار لکھدے رہے پر تسلّی کونی ہوئی، اِس سفر میں ان کے قریبی ساتھی ڈانوراں سے کنور نثار ایڈوکیٹ، کراچی سے کنور عبدالمجید، کلور کوٹ سے جمیل احمد رانا ار ملتان سے رانا نوشاد قاصر گیل گیل رہے اَر رہنمائی بی کر دے رہے۔ شروع سے جی میں تھا کہ کچھ بڑا کام کر یا جاوے۔ آ کھر کار اس شوق نے پورا کرن واسطے ہریانوی افسانے لکھنے شروع کرے اَر پھیر جد تیرہ چودہ افسانے مکمل ہو گے تو کتاب چھاپن کی جی میں آئی۔ اس کام نے پورا کرن کھاتر والد صاحب راؤ رحمت علی کا سب سے گھنا ساتھ رانا نوشاد قاصر ار راؤ محمد افضل نے دیا، جے یہ دونوں نہ ہوندے تو کبیر ا یوہ کتاب چھپئ نہ سکدی۔ اَر پاک ہریانوی کی پہلی کتاب ہون کا درجہ بی نہ پاندی۔

منے یوہ فخر سے اک میں اُس عظیم ہستی کا بیٹا سوں جس نے ہریانوی افسانیاں کی پہلی کتاب لکھی۔ جے میں اُس دور پہ نجر ماروں تو یوہ کارنامہ کوئے چھوٹا نہیں لاگدا اک اتنی جدید

سہولت نہ ہون پاچھے بی اس کتاب کا چھاپنا واقعی ایک عظیم کام تھا۔ اس کتاب کی کھاس بات مُصنّف کی جوان سوچ سے، جس بخت کتاب چھپی تو مُصنّف کی عمر اٹھہتر برس تھی پر کتاب میں اس عمر کی جھلک کتے نئیں دِکھے گی کتاب پڑھ کے اِسا لاگے سے اَک اس کا لکھن آلا کوئی جوان چھورا سے اَر اس کتاب میں چھوٹے افسانے دیکھ کے نیوں لاگے سے اک لکھن آلے نے گھنی جلدی تھی کہ ہریانوی بولی کی کتاب چھپ جے۔ منے ویں دن بی یادسیں اک والد صاحب چھوٹے چھوٹے کاگذاں پہ کچھ نہ کچھ لکھدے رھویں تھے اَر کدے کنور نثار کدے جمیل رانا ار کدے کنور عبدالمجید لوّے بھیجدے رھویں تھے۔ اَر جد واہ شاعری یا نثر چھپ جے تھی تو بوہت راجی ہوں تھے۔

جد منے اپنے باپ کے مرن کے پاچھے یوہ عظیم کتاب پڑھی تو منے اپنے والد صاحب نے یاد کر کے بوہت فخر ہویا اَر اُسے دن منے اپنے من میں ٹھان لی اک میں اس کتاب نے دوسر کے چھپواؤں گا اَر اپنے عظیم باپ کے مشن نے آگے بڑھاؤں گا پر دیر ہوندی گئی۔

جد پاکستان اَر پاکستان سے باھر سے ہریانوی بھائیاں نے مل کے ملتان میں نوھرہ تنظیم قائم کری تو منے حوصلہ ہویا اک اِیب یوہ کام ہو سکے گا۔ اِس کتاب کی دوسر کے چھپائی نوھرہ پبلیکیشنز کی چھتری تلے ہورھی سے۔ اس معاملے میں شکر گذار سُوں۔ نوھرہ تنظیم کے چیئر مین رانا تصویر احمد، جنرل سیکرٹیری اختر مرزا، چیئر مین ادبی بورڈ رانا نوشاد قاصر، اسلم رانا ایڈووکیٹ، پروفیسر نجمہ عثمان، جمشید علی رانا، راؤ فیصل خان، انور علی رانا، رانا اورنگ زیب، رانا عطاء الرحمن، احمد سجاد بابر، اکبر علی چوہان، فہیم مغل، مختار رانا، راؤ وقار شاکر اَر نوھرہ کی پوری ٹیم کا جن نے میرا حوصلہ بڑھایا اَر میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میں ان سب کا بھی دل سے شکر گذار سُوں جنھاں نے میرے والد محترم راؤ رحمت علی واسطے اس کتاب میں لکھیا، ان میں سے کچھ اس دُنیا میں کونی ان سب واسطے دعائیں۔ ان کے علاوہ میرے بیٹے راؤ نعمان عمر ار راؤ فیصل حیات کا شکریہ جنھاں نے اپنے دادّے کی کتاب دوسر کے چھاپن میں دلچسپی لیئی۔ دوسر کے چھپائی میں بی کچھ گلتیاں رہ سکیں سیں ان کی جرور نشان دہی کرنا اَر میرے اَر میرے والد محترم راؤ رحمت علی واسطے دعا کرنا۔

□

مراڑ، ہریانوی کہانی کا پہلا ورقہ

احمد سجاد بابر

کہانی کی کہانی بھت لمبی سے، اتنی ءِ لمبی جتنی مانس کی کہانی۔۔۔۔ کہانی یا داستان ہر زبان کی سب سے پُرانی صِنف سے، جد انسان غاراں میں رہیوے تھا تو کہانی پیدا ہوگی تھی، اُٹھے سے ءِ کہانی لکھنئے شاٹھی آئے، مھارے چاروں پاسے کہانی بکھری سیں، اس نے بیان کرن کے الگ الگ طریقے اَر ڈا سیں، کِتے یوہ افسانہ بن جے سے اَر کِتے ناول اَر ناولٹ، کِتے نثری داستان اَر کِتے جدید کہانی کی شکل میں یورپ میں دِکھّی جو بعد میں نئ نئ شکلاں میں آج تک مھارے سامنے آندی رہئی۔ قران مجید کے مطابق اس کائنات کی پہلی کہانی حضرت آدم کی سے۔۔۔۔ ''عہد نامہ عتیق'' ہو یا مصر کی تین ہزار قبل مسیح کی درختاں کی چھال پہ لکھی ہوئی The Tales of Magicians ہو، یونان کی دوسو قبل مسیح کی Aesop's Fables ہوں، بھانویں ہزار قبل مسیح کی ''رگ وید'' ہو، کہانی مانس کے گیلے وجود میں آ گی تھی!!

ہریانوی نثر کی تاریخ جد کدے بھی لکھّی گئی، وا راؤ رحمت علی کے افسانیاں کی کتاب ''مراڑ'' کے ذِکراں کے بغیر نیو جانو کہ لولی لنگڑی ہووے گی، اس مہا لیکھک گیلے میرا پہلا تعارف نوے کے دناں کی بات سے، میرے ابّا جی، کنور نثار احمد نے ڈانوراں (لودھراں) میں ہریانوی کلچرل کانفرنس کروائی، رات نے سانگ ہور ہیا تھا، تِل دھرن کی جگہ کونی تھی، بڑا سا پگڑ، چھے فٹ سے اونچا لاما قد، سفید بُگلا برگی لمبی سی ڈاڑھی، چہرہ پہ نور، گورا چٹا رنگ، شلوار قمیض پہ واسکٹ نیو جانو کپڑیاں کا سوہنا پا بڈھ رہیا تھا، رعب داب آلا انداز، کڑک دار بول۔۔۔۔ ایک بزرگ جوش گیلے داد دین میں، جھومن میں اَر پسند کے بول گیل گیل دہران میں پیش پیش تھا، کدے واہ داد دیندا کھڈا ہو جے تھا، کدے بیٹھے بیٹھے بے کل ہو جے تھا، نیو لاگے تھا کہ خیالاں میں اورے کونی کِتے دور لکڑ رہیا سے، زبان گیلے اتنی محبت سارے لوگاں نے متاثر کرری تھی، پتہ چالیا

یوہ احمد پور شرقیہ سے آئے سیں، محکمہ تعلیم سے ریٹائر سیں اَر اپنی زبان کے پروانے اَر دیوانے سیں، ناں راؤ رحمت سے۔۔۔۔۔سارا اکٹھ ان سے بہت متاثر ہویا۔۔۔۔پھیر یوئے انداز دنیا پور کے ہریانوی پروگرام میں دیکھیا۔۔۔اس کے بعد کئی بار مھارے گھر ڈانوراں آئے، ابّا جی کے گیل ان کی مھبت ار ابّا جی کی بات چیت میں ان کا آدر صاف دکھیا کرے تھا۔۔۔۔مراڑ میرے سامنے ءِ چھپی اَر منے اس ٹیم پوری کتاب پڑھی، پھیر بہاولپور سے مرحوم رانا پٹیالوی نے ایک پرچہ کاڈھیا، شاید ''راجپوتاں'' تھا، اس میں بھی اس کتاب کے افسانے چھپے اَر پسند کرے گئے، 2006 میں راؤ انٹر پرائزز کے پلیٹ فارم سے چھپی ار پڑھنیاں کے ہاتھاں تک پہچن آلی اس کتاب کا ذکر ایب لگ پرکھنیاں کی زبان اَر قلم پہ ایسے لگ سے اَر رہوے گا۔ پچپن ورقیاں اَر چودہ افساناں پہ پھیلی ہوئی اس ''مہا کلا'' کے پرچھانوے کدے بھی مٹ کونی سکدے، یوہ تو پہلے ءِ ثابت ہوچکیا سے کہ کتاب کی موٹائی کی اہمیت ہوندی تو پطرس بخاری کی چھوٹی سی، تھوڑے سے ورقیاں آلی کتاب 'پطرس کے مضامین'' ایب لگ کھوکھا جاندی پر اس کے بغیر اردو تاریخ پوری کونی ہوندی، یوءِ مقام راؤ رحمت علی کی لکھت ''مراڑ'' کا سے۔ان چودہ افسانیاں میں سے تین افسانے ترجمہ شدہ اَر گیارہ خود اپنی ''کلا'' سیں۔

اس کتاب کے بارے اختر مرزا کچھ نیوں کہندے دِکھّے سیں[1]

''راؤ رحمت علی کی لکھی ہوئی اپھسانیاں کی کتاب مراڑ (جوکہ 2006 میں چھپی) نیں ہریانوی پڈھن آلیاں کے دل جیت لیے، اس کتاب میں چودہ اپھسانے موجود ہیں جن میں تین ترجمہ کرے ہوئے اپھسانے سیں، اپھسانہ مراڑ مھارے علاقے کے حالات کی نمائندگی کرے سے جس میں ایک طلاق یافتہ چھوری تیں کوئی بھی دوسری بار نکاح کرن پہ تیار کونی، بہرحال راؤ رحمت تے ہریانوی اپھسانہ نگاری کا بانی مانیا جاوے گا''

راؤ رحمت علی لفظاں کا تانا بانا اتنے سوہنے طریقے سے بُنیں سیں کہ جو ویں ہم نے دکھانا چاہویں، ہم نے واہے دِکھّے سے ''پیکر تراشی اور محاکات نگاری'' ان کی خاص خوبی سے

۔لکھن آلا کا کمال یو ہووے سے کہ وا چاہوے تو رَوا دے چاہے تو ہنسا د□ے، چاہوے تو دُھول میں باغ دِکھا دے اَر چاہے تو دن دھولے چاند ار رات میں سُورج کاڈھ دے، پڈھن آلے واءِ سوچیں گے، واءِ دیکھیں گے جو وا چاہوے گا اَر دکھاوے گا، یوءِ ''ڈا'' یوءِ ''کلا'' راؤ رحمت علی کی لکھاوٹاں میں ہر ورقہ پہ دِکھّے سے، ہریانوی کے لفظ ان کے شاھمی ہاتھ باندھ کے کھڑ جیں سے، وا کہوے تو ویں جی جے سیں اَر چال پڑیں سیں، نہی تو ویں ایک اوڈ پڑے اشارے کا انتظار کریں سیں[2]

ثُمّاں نے اِبے پانی کا ایک ءِ گھونٹ لیا تھا جِد اُس کی کڑ پہ اُس کی ساسُو نے دو ہاتھّڑ ماریا ''کل موہی، تنّے لے جے ڈھائی گھڑی کی، منے برجیا نُھی تھا۔ بارھ ناں آیئے، تیرے گڈ دِی ءِ کونیاں''

دھکا لاگ دے ءِ گلاس کا سارا ءِ پانی ثُمّاں کے اُوپّر کھِنڈ گیا تھا۔ جَے سامنے گھڑونچی نہ ہوندی تو دھرتی میں منھ جا کے لاگدا ''بُوا، میں تو پانی پین آئی تھی۔ثُمّاں نے الگ دنے سی کہیا۔

ان کے افسانے ''مراڑ'' میں جگہ جگہ پہ کردار جیندے جاگدے دکھیں سیں۔[3]

''رات کے دس بج لئے تھے جِد گاڈی نے پہلی سیٹی دیی۔ میں تولی سی گاڈی میں چڈھ لیا۔ لاگدا تو کونیا تھا جو سیٹ مل جے گی۔ منے ٹیشن پہ بھیڑ دیکھدے ہو یا سوچیّا۔ بوگی کے ایک کانی تے دوسری اوڑ نے جاندے ہوئے، منے دو برتھ رِتّی دِکھّی تو میں ایک برتھ پہ اپنا بیگ آگے نیں سرکا کے اوپّر چڈھ گیا، برتھ پہ بیٹھیاں پاسے منے سکھ کا سانس لیا، گاڈی نے دُوسر کے سیٹی دیندے ءِ الگ دنے سی ٹیشن چھوڈ دیا۔ میرے برابر آلی برتھ پہ بھی ایک سترہ اٹھاراں برس کی سوہنی سی چھوری بیٹھ لی''۔

''منے اپنے آپ تے کہیا، اتنی سوہنی آنکھاں میں
آنجھو، نیو لاگے تھا جنوں کالے بادل ایہے برس کے تھمے
سیں، پھیر بھی دکھ کی دُھول اس کی آنکھاں میں دور لگ اُڈی
پھرے تھی۔ اس کی آنکھاں کے کوروے کہہ رے تھے، ان
بادلاں میں ایہے گھنا پانی سے۔ ابے کُھل کے نھی برسے
سیں۔ کے بیرا کسے اپنے تے بچھڑن کا دکھ ہو، کے بیرا کچھ
کُھس گیا ہو۔

افسانہ ''مراڑ'' کی اُجڑی پُجڑی چھوری رضیہ جد زہر پی کے خودکشی کرے سے تو اس کے انتم لفظ بھت ستھرے طریقے سے لکھاری نے مھارے آگے دھرے سیں، سارے گھا مھاری نظراں میں پھر گے ار یوءِ لکھنیّا کا کمال ہو سے۔[4]

''کون کِسے کا ساتھ دے تھا، میں آدر گیلے جی نھی سکی، تو
آدر گیلے اپنے مرن کی باٹ کیوں دیکھوں''

راؤ رحمت علی نے عام زندگی اَر روز کے بول بتلان آلے لفظ باندھے سیں ان نے اپنا لکھیا خالص ہریانوی بنان کی کوشش کری سے، ان کا لکھن کا ''ڈا'' نیچرل سے۔[5]

تڑکے ءِ تھے اُس کا جی اور سا ہو رہیا تھا۔ پھیر بھی وا اپنی ماں
کے کہن پہ گُلگلے تارن چُلھانی میں آ بیٹھی تھی۔ سامن اِبے
برس کے ءِ تھمیا تھا
گام کے سارے گھراں میں گُلگلے پُوڑے اترن لاگ رے
تھے۔
اے رانی!

وا اُدک کے پڑی، اِبے اُس نے دو چار گُلگلے تارے
تھے۔ جد دھنّو نے آ کے اُس کے کان میں رُکّا ماریا

کرنل مہدی حسن راؤ نے ''گاؤں کی گوری'' اَر ''گام کی چھوری'' ناول ضرور لکھے پر جو چاشنی اَر جو بتان کا ''ڈا'' راؤ رحمت علی کی ''مراڑ'' میں دیکھیا سے، اس نے دیکھ کے ہم کہہ سکاں ساں کہ راؤ رحمت علی نے زبان پہ تو عبور تھاءِ، گیل گیل ویں ایک پیدائشی کہانی کار تھے۔ جد جد ''مراڑ'' پڑھی جاوے گی، جد جد ہریانوی افسانیاں کا ذکر ہووے گا، راؤ رحمت علی کا نام پہلی قطار میں سب سے پہلے لکھیا جاوے گا۔

1۔ اختر مرزا، ہریانوی زبان اور عصر حاضر مشمولہ سہ ماہی نوہرہ، ملتان، مدیر رانا تصویر احمد، شمارہ 1، جولائی تا ستمبر 2021، ص 10

2۔ رحمت علی، راؤ، مراڑ، راؤ انٹرپرائزز، 2006، ص22

3۔ رحمت علی، راؤ، مراڑ، راؤ انٹرپرائزز، 2006، ص1-2

4۔ رحمت علی، راؤ، مراڑ، راؤ انٹرپرائزز، 2006، ص8

5۔ رحمت علی، راؤ، مراڑ، راؤ انٹرپرائزز، 2006، ص35

ہریانوی ادب کا بنڑا

اختر مرزا (مدیر نوھرہ میگزین)

۱۹۴۷ء مینھ جِب پاکستان بنیا تو لاکھاں کی تعداد مینھ مھارے بزرگ، بیٹے، بیٹیاں، بہو ار ماں پاکستان کی موہ مینھ اپنا سب کچھ چھوڈ چھاڈ کے پاکستان آ گے۔ اپنے گھر بار، ڈھور ڈانگر ار جائیداد سب پاکستان پے قربان کردی۔ راہ مینھ اُنھاں نیں جو دُکھ کاٹنے پڑے۔ وینھ سُنے کونی جاندے۔ بھوکے بھانے، پاٹے لتے ار اپنے پیاریاں نیں کٹوا کے پاکستان پوہنچے۔ پاکستان آ کے سارے اپ اپنے کام دھندے نیں دیکھن لاگے۔ کِسے نیں بنے بنائے گھر مل گے ار کِسے نیں آپ بنانے پڑے۔ نیوں آٹھ، دس سال کا بکھت بیت گیا۔ اس سارے راسے مینھ ھم اپنی نیاری شناخت بھول گے۔

ماں بولی جو کسے مانس کی پہلی شناخت ہو یا کرے سے۔ ہریانے تے آن آلیاں واسطے مذاق کا باعث بن گی۔ پنجاب مینھ پنجابی، سندھ مینھ سندھی، بلوچی ار پشتو بولن آلے جو کہ گھنی تعداد مینھ تھے ار اپنے اپنے صوبے میں اکثریت راکھیں تھے۔ جد اُن کے شیامی ہریانوی بولن آلا مانس آوے تھا تو اُن نیں عجیب لاگے تھا۔ چھورے سکول جان لاگے تو اُستاداں ار اُن کے کلاس فیلوان کی بولی سُن کے ہانسدے۔ نیوں مھارے نوجوان ار بالک اس بولی تے دور ہٹدے گئے۔ ایک اور وجہ بھی تھی ار وا تھی ہریانوی بولی بولن آلیاں کا ان پڑھ ہونا۔ بوہت تھوڑے لوگ پڑھے لکھے تھے ار وینھ بھی اپنی روزی روٹی کے چکر مینھ پھنس رے تھے۔ یا پھیر کوئے ملازمت

مینھ آگے۔ تو کون تھا جو ہریانوی بولی کی دیکھ ریکھ کرے تھا۔ ار سب تے گھنی بھاری بات یو تھی اک اُڑے ہریانے مینھ بھی اس بولی نیں لکھن کھاتر کوئے حرف کونی تھے۔ دیوناگری مینھ تو ہریانے آلے لکھیں تھے۔ اُرے یو مسئلہ اک بس اردو لکھی، پڑھی جاوے تھی۔

ماں بولی کِسے قوم ار مانساں کی پہچان ہو سے۔ کچھ بھی ہو، ماں بولی چھوڈن کا مطلب ہو سے۔ ماں تے مونہہ موڑنا۔ ار کوئے بھی غیرت مند مانس اپنی ماں تے مونہہ نئیں موڑ سکدا۔ ہریانوی اس علاقے کی قدیم ترین بولیاں مینھ شامل سے۔ ہزاراں سال تے بولی جاوے سے۔ اِس زبان نیں پاکستان کی قومی زبان اردو کی ماں ہون کا شرف بھی حاصل سے۔ اُردو زبان کے ریسرچرز اس بات نیں مانے سیں۔ جد ہریانے تے آئے ہوئے لوگاں نیں کچھ سودھی سنبھالی تو پھیر اُنہاں نیں اپنی بولی، اپنے کلچر، پراھوا ار رسم ورواج کا بھی خیال آیا۔ راؤ رحمت علی اِس ٹیم کا فرنٹ لائن کھلاڑی بن کے شیامی آیا جناں نیں ہریانوی ادب، ثقافت ار رسم ورواج کی سانبھ کرنا شروع کری۔ اِس ٹیم کے دوسرے کھلاڑیاں مینھ کنور نثار احمد ار رانا نوشاد قاصر جیسے نام شامل سیں۔

میں ہریانوی زبان پے سن ۲۰۰۰ کی دہائی تے کام کرن لاگیا۔ ار اس سلسلے مینھ جڑے بھی بیرا پاٹدا، اک اُورے ہریانوی بولن ار لکھن آلے موجود سیں تو اِن نیں جا کے ملدا۔ ۲۰۱۶ء مینھ بہاولپور مینھ ہریانوی زبان کے قاعدے واسطے ہون آلی میٹنگ مینھ پہلی بریاں بابا رحمت علی کا نام سُنیا ار اُن کی کتاب ''مراڑ'' کی پی۔ ڈی۔ ایف کاپی مل گی۔ کتاب پڑھی ار راؤ صاحب واسطے دل تے دعا لکڑی۔ راؤ رحمت پاکستان مینھ ہریانوی زبان کے پہلے افسانہ نگار کے طور پے سامنے آئے۔ اپنی نوکری مینھ رہندے ہوئے راؤ صاحب نیں جو کمال کریا کہ گیارہ افسانے ار تین ترجمے لکھے۔ یاہ افسانیاں کی کتاب آج مھاری نئے لکھن آلیاں کھاتر ایک مشعل راہ ہے۔ نیوں پاک ہریانوی ادب مینھ بابا رحمت علی نیں اپنا نام امر کر لیا۔ ینھ افسانے مھارے معاشرے مینھ کھنڈے ہوئے مسائل، کردار ار ثقافت نیں شیامی لیائے۔ نیوں تو سارے ء افسانے شاہکار ہیں پر ''مراڑ۔ مگالتہ۔ دن۔ دوسرا بیاہ ار کرنی کا پھل'' اپنی مثال آپ سیں۔ اِنکا

پلاٹ، کردار اَر اِن کے مکالمے ناں صرف جاندار سیں بلکہ ان میں ہریانوی زبان کے متروک ہوندے ہوئے لفظ، محاورے اَر ترا کیب پڑھ کے بیرا لاگے سے اَک لکھاری کی ہریانوی زبان پے کتنی کرڑی پکڑ سے۔ نیوں بھی لاگے سے اَک بابا جی اکثر سفر میں رہیا کردے کیوں جے اکثر افسانیاں کا سیٹ اپ ریل گاڈی اَر سفرء سے۔

مگالتہ ایک افسانچہ ہے جونسا اک مزاحیہ انداز میںھ ایک مگالتے کے بارے میںھ سے۔ پر ''دن'' اَر ''مراڑ'' معاشرتی موضوع پے لکھے گئے شاہکار افسانے سیں۔ بابا جی ''مراڑ'' لکھ کے اپنے حصے کا کام کر گے اَر ایک لامبے انتظار کے بعد اِب نوھرہ تنظیم نیں باقی کا کام سنبھال راکھیا سے۔ یںھ شاید بابا رحمت علی اَر ان کے ساتھیاں کی دُعا اَر کوشش تھی۔ جِس نیں نوھرہ آگے بدھان میںھ مصروف ہے۔

حرفِ چند

پروفیسر نجمہ عثمان راؤ (ایڈیٹر سہ ماہی میگزین، نوھرہ)

''نوھرہ ادبی بورڈ'' کے جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد علمی اَر ادبی کتاباں کی اشاعت اَر کلاسیکی ادب کا تحفظ بھی سے۔ ''نوھرہ'' اپنے قیام سے اِب تک اپنی ڈیوٹی بخوبی نبھا رھیا سے۔ ''نوھرہ'' ادبی بورڈ جِت آئندہ اشاعتی پروگرامز میں جدید دور کے تقاضیاں نے پورا کرن کا خیال راکھ رھیا سے اُسے طرح کلاسیکی ہریانوی ادب کی ترتیب و تدوین بھی ''نوھرہ'' کے اشاعتی پروگرام کا حصہ سے۔

قیام پاکستان کے بعد ہریانوی زبان و ادب میں جو کچھ بھی لکھیا گیا، بدقسمتی سے زمانے کے سرد و گرم کی نذر ہوندا گیا۔ آج مھارے دھورے کلاسیکی ادب میں چند کتاباں موجود تو سیں پر ویں بی وقت گذرن کے گیل گیل کم یاب ہوندی جا رھی سیں۔ اِسے بات نوں پیشِ نظر راکھدے ہوئے ''نوھرہ ادبی بورڈ'' نے پرانی کتاباں نے نئے سِرے سے چھاپن کا بیڑ اُٹھایا سے۔ اِن کتاباں میں صحتِ متن اَر اِملا کا گھناء خیال راکھیا گیا سے تاکہ پڑھن آلیاں تک معیاری کتاب پہنچے۔ راؤ رحمت علی کے افسانوی مجموعہ ''مراڑ'' کی ترتیب و تدوین اسے سلسلے کی کڑی سے۔ راؤ رحمت علی ہریانوی کے پہلے باقاعدہ نثر نگار سیں، جنھاں نے اپنی کہانیاں میں ہریانوی کا نیا اسلوب پیش کریا۔ جس نے بعد میں ہریانوی اسلوبِ نثر کی حیثیت سے فروغ پایا۔

مبالغے سے کام نہ لیئیوں تو یوہ بات غلط نہیں ہوگی کہ اِس اسلوب سے ہریانوی نثر کا ایک نیا مزاج مقرر ہویا، پر بدقسمتی سے اتنے برس گذرن کے باوجود اِن کے افسانوی مجموعے کا صحیح طراں سے جائزہ ء کونی لیا گیا، جس کی وجہ سے ایک اوڑ تو مُصنّف نے واہ پذیرائی کونی ملی جو

اُس کا حق تھا۔ اَر دوسری کا ہنی ہریانوی نثر بھی اس طرح فروغ نی پا سکی۔ ''مراڑ'' میں شامل گیارہ افسانے مُصنّف کے طبع زاد اَر تین دوسری زباناں سے ترجمہ کرے ہوئے ہیں۔ ہجرت کا موضوع اُردو ادب کی طراں ہریانوی ادب میں بھی گھنی اہمیت راکھے سے۔ راؤ رحمت علی کے افسانیاں میں بھی اپنی ماٹی سے جڑت، ہجرت کا دُکھ اَر نئی تہذیب و تمدّن جِسے موضوعات پائے جاویں سیں۔ معاشرتی حقائق نے راؤ رحمت علی اپنے افسانیاں میں جس طراں پیش کریں ہیں اس تے اس وقت کے لوگاں کا مزاج اَر روایات کھل کے سامنے آویں سیں۔ اَر یوہ ایک سچا تخلیق کارءِ کر سکے سے۔ اِن سب باتاں نے دیکھدے ہوئے ہم کہہ سکاں ساں اک ''مراڑ'' ہریانوی ادب کا ایک شاہکار سے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مراڑ	29
2	تمنا	37
3	ایکا	39
4	دوسرا بیاہ	41
5	سنجوگ	43
6	بھائی چارے کا جور	45
7	مگالتہ	47
8	اُڈیک	48
9	دِن	49
10	کرنی کا پھل	54
11	بچپن	60

ترجمے

12	پھول	64
13	لہو	69

14	ایجاد کی ماں	75

مراڑ

رات کے دس بج لئے ہوں گے جد گاڈی نے پہلی سیٹی دیئی میں تولی سی گاڈی مین چڈھ لیا۔ لاگدا تو کونیاں جو سیٹ مل جے گی۔ منے ٹیشن پہ بھیڑ دیکھدے ہوئے سوچیا بوگی کے ایک اوڑ تے دوسری اوڑ نے جاندے ہوئے منے دو برتھ رِتی دکھی تو میں ایک برتھ پے اپنا بیگ آگے نیں سرکا کے اُوپر چڈھ گیا برتھ پے بیٹھیاں پاچھے منے سکھ کا سانس لیا۔ گاڈی نے دوسر کے سیٹی دیندے ءِ الگ دنے سی اسٹیشن چھوڈ دیا میرے برابر آلی برتھ پے بھی ایک ستراں اٹھاراں برس کی سوہنی سی چھوری بیٹھ لی تھی اور ایک لُگائی جو کیرا اس کی ماں تھی اس کی برتھ پے چڈھن کا کارن کرن لاگ رہی تھی۔ چھوری نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اوپر کانی کھینچا!

اماں سنبھل کی!

وا چھوری بولی تو منے دو باتاں کا بیرا لاگ گیا۔ ایک تو یوہ اک اس کے گیل اس کی ماں سئے۔ دوسری یوہ اک جتنی سوہنی وا آپ سے اتناءِ سوہنا س کا بول سئے۔ گھنی ءِ آچھی اَر سوہنی چھوریاں میں گنی جا سکے تھی واہ۔ کالی کالی لامبی پلکاں کی چھاں تلے کالی کالی کھلی کھلی آنکھ تھی اس کی۔

یوہ کے!

منے اپنے آپ تے کہیا۔ اتنی سوہنی آنکھاں میں آہنجو۔ نیوں لاگے تھا جنوں کالے بادل ایسے برس کے تھمے سیں۔ پھیر بھی دُکھ کی دُھول اس کی آنکھان میں دور لگ اُڈدی پھرے تھی اس کی آنکھاں کے کو روے کہہ رہے تھے اک ان بادلاں مینھ اِبے گھنا پانی سے، اِبے کھُل کے نھی برسے سیں۔ کے بیرا کِسے اپنے تے بچھڑن کا دکھ ہو۔ کے بیرا کچھ کھُس گیا ہو۔ میں اِبے سوچ ءِ رہیا تھا جد اس کی ماں نے اس تے کہیا تو منے اس کے نام کا بیرا لا گیا۔

''رجو بیٹی مڑا پانی دیئے''

اُس نے پانی کی بوتل اپنی ماں تے دیئی تو منے پھیر اُس کانی دیکھیا اس کی پلکاں مین اب لگ باڑھ کا پانی سوکیا نہی تھا۔ میرا جی کر یا میں اِس تے پوچھوں۔ کے بات سے؟ تیں کیوں رووئے سے؟ جد منے اپنے بھتر اتنی ہمت نہی پائی تو اپنا بیگ سر تلے دھر کے برتھ پے لیٹ کے آنکھ موند لی۔ اَر سون کا چارا کرن لا گیا۔ ایسے نندیا ساگر میں پاں دھریا ءِ تھا۔ منے نیوں لا گیا جنوں کوئے سبکن لاگ رہیا ہو۔ میں ان سنی کر کے آگے نیں ہو یا تو پھیر نیوں ءِ لا گیا جنوں کوئے سبکن لاگ رہیا ہو۔ اب کے سبکیاں گیل ایک بول بھی سنیا۔

''بس کر رضیہ بیٹی نیوں ءِ اے لکھیا تھا''

اتنا سن کے مین پھیر کنٹھارے پے آ گیا۔ بیرا تو لاگے کے بات سے؟ منے سوچیا۔

''بس کر بیٹی نیوں کد لگ رووَے گی۔ کیوں رو رو کے اپنے نیں کھون لاگ رہی سے''

رضیہ کی ماں نے کہیا تو اُس کی اپنی بھُو بھ چھٹن نے ہو گی۔ اُن کے ار میرے بیچ لا کڑی کی چھوٹی سی تو بھینت تھی۔ منے ایک چیر مانہہ کو ویکھیا تو نیوں نے وا ہے چھوری آنکھ میچے پڑی سُبکن لاگ رہی تھی۔

''اے ناں رووے بیٹی'' اس کی ماں نے اس کی بانہہ ہلاندے ہوئے کہیا منے پھیر سوچیا بیرا تو لانا چاہیے کے بات سے۔ میں اُٹھ کے بیٹھیا تو گاڈی بہاولپور تے چال پڑی تھی۔ منے اورے دھورے دیکھیا تو اکا دُکاءِ مانس جاگدا پایا کوئے کوئے ان مین بھی اونگھن لاگ رہیا تھا منے جی ٹھاڈا کر کے اگلے سی پوچھ لیا۔

''کے بات سے ماں جی؟

''تھم کیوں رون لاگ رہے سو؟''

اللہ ناں کرے کوئی مر تو۔۔۔؟

منے اپنی بات ادھوری ءِ چھوڑ دی اس نے منہ میرے کانی کر یا تو منے اس کی آنکھان میں دُکھاں کا اندھیرا دِکھیا۔

''ہاں بیٹا تیں ٹھیکئِ کہہ رہیا سے یوہ میری بیٹی سے آج ہم دونوں مر گے ساں'' اِس نے اِس ڈھال تے کہیا اک میں بھیتر تے کانب کے رہ گیا۔

مڑی ہان چپ رہ کے منے پھیر پوچھا!

''ماں جی''

''مَیں تھارا بیٹا ناں سہی، پر بیٹے برگا تو سوں تھم آچھا جانو تو منے بھتاؤ بات کے سے؟

''کے بھتاؤں بیٹا جے میں بیٹی کی ماں ناں ہوندی تو یوہ دن ناں دیکھنا پڑدا''

اُس نے ٹھنڈا سانس بھردے ہوئے کہیا۔ رضیہ کی سُبکی تھم گئی تھی یا تو واروندے روندے سو گی تھی یا چپکی پڑی مھاری بات سنن لاگ رہی تھی۔ جد اُس کی ماں نے بات آگے چلاندے ہوئے کہیا۔

''حیدر آباد کے دھورے ءِ مھارا گام سے سائیں جو گوٹھ۔ میری پانچ بیٹی سیں بڑی سے رضیہ۔ یوہ نو سال کی تھی جد اس کا باپ مریا۔ منے اپنی چھوری کیو کر پالی سیں میں ءِ جانوں سوں۔

رضیہ کا باپ چار کیارے چھوڑ کے مریا تھا ان کی ءِ باہی تے مھارا پیٹ پلد ا رہیا۔ رضیہ نے بی اے کریا تو منے بیاہ کی چنتا ہوئی چھے مہینے ہو لئے جد رضیہ کا بیاہ ملتان کریا تھا، صادق آباد میں مھارے سگیاں کا ایک گھر بیٹھیا سے اللہ ان کا بھلا کرے ان نے ءِ یوہ ساک کرایا تھا۔ اِن نے کے کھوں مھاریئِ نصیب پھوٹنے تھے چھورا کِتے اور بیاہ کرانا چاہوے تھا۔ باپ کے دابے میں آکے ہاں کری ہو گی، بیاہ کے دو دِناں پاچھے ءِ اُس نے اِس کرم جلی تے منہ پھیر لیا، بھتیرا کہیا سُنیا بھتیرا ءِ سمجھایا، مان کے ءِ ناں دیا، میں آئی تو تھی رضیہ نے لجان نیں۔ چلو کچھ دن باہناں دھورے رہ لے گی، پھوٹ گے مھارے بھاگ، اس کے لوگ نے طلاقئِ، دے دی، رضیہ کے سسر نے تو بھتیرا روکنا چاہیا، پر مھاراءِ جی پاٹ گیا تھا، اتنی ہوءِ لی، پھر اُت رہن کا مھارا کے کام تھا جد اُس نے اپنے ماں باپ کی ءِ نھی راکھی تو مھاری کے سنے تھا، اب یوہ رووے سے اب رون تے کے بنے تھا؟

''دکھ ہویا تھاری بات سن کے دنیا میں کِسے کِسے کٹھور مانس پڑ□ے سیں''

اُن کی بات سن کے منے کہیا۔

''میں بھی صادق آباد کا ءِ رہنیاں سوں، تھارے سگے کِت بیٹھے سیں''

منے پوچھیا!

''اُن کا اپنا ہسپتال سے صادق آباد مین ڈاکٹر احمد علی نیں کون نھی جاندا''

رضیہ کی ماں نے بھتایا تو میں بھیتر تے ٹوٹ پھوٹ کے رہ گیا میں ڈاکٹر احمد علی کا ءِ تو بیٹا تھا، منے سوچ لیا جو کام میرے باپ کے ہاتھ تے ہو کے بگڑیا سے اُس نے میں سنواروں گا۔

''تیں کس سوچ میں پڑ گیا بیٹا؟''

''تھم نے اِبے جو نام بھتایا سے میں ان کا ءِ بیٹا سوں''

رضیہ کی ماں نے ٹوکیا تو میں اپنی سوچاں تے بارھ آندے ہوئے بولیا

''تیں احمد علی کا بیٹا سے''

رضیہ کی ماں نے پوچھیا تو منے نیوں لاگیا جنوں اُس نے میری بات کا بھروسہ نھی کریا۔

''کے ناں سے تیری ماں کا؟''

''میری ماں کا ناں تو رابعہ سے اَر میرا ناصر علی''

اُس نے میری ماں کا ناں پوچھیا تو منے اپنا بھی بھتا دیا۔

''تنئے ٹھیک کہیا بیٹا''

''مین سگی تو کونی پر تیری موسی لاگوں سوں''

''میں تو تھم نے ماں جیئِ کہوں گا''

ماں جی نے بھتایا تو منے کسے پھول کی ڈھال کھلدے ہوئے کہیا۔

''ہاں بیٹا۔۔۔موسی بھی ماں ءِ ہو سے''

ماں جی نے ٹھنڈا سانس بھردے ہوئے کہیا

''تیں کِت سے آرھیا سے؟

ماں جی نے پوچھیا

''میں بھی ملتان تے ءِ بیٹھیا تھا گاڈی میں''

''میں پڑھیا کروں ملتان میں، دس بارہ دن کی چھٹی تھی جاہیں تے گھر جارہیا سوں''

نیوں کہہ کے منے ان کے بولن کی باٹ دیکھی۔

''جو بیت گی اُس کا بھولنا ءِ اچھا ہو سے ماں جی''

''اللہ آگے اچھائی راکھے، اللہ نے چاہیا تو مین پانچ چھے دن میں اپنے گھر کیاں نیں بھیجوں تھارے گھر، جے تھم کہو تو''

مڑی ہان باٹ دیکھ کے آنکھ تلے نیں کردے ہوئے منے کہیا۔

''بیٹا میں تیری بات سمجھ رہی سوں''

''میں جانوں سوں تیری ماں نے وا کدے بھی نھی مانے گی''

ماں جی۔

''جے ایک بیٹا اپنے ماں باپ تے اوپر ہو کے تیری بیٹی کا ہاتھ چھوڈ سکے سے تو دوسرا بیٹا تھام بھی سکے سے''

منے الگے دنیں سی کہیا۔

''بیٹا ہم نے اسے سپنے ناں دکھاوے جن کے ٹوٹن پے ہم پھیر مرجاں''

''تھم بھروسہ راکھو ماں جی''

منے کہیا تو رضیہ کی ماں بولی۔

''میری دھی نیں سہارا مل جے میں دُکھیا اور کے مانگوں''۔

ریل صادق آباد کے نیڑے لاگ لی تھی میں اپنا بیگ ٹھا کے برتھ تے نیچے آ گیا، گاڈی تھمی تو منے ماں جی تے سلام کریا اَر ڈبے کے بارنے کانی چال پڑیا۔ بارنے میں آ کے منے مڑ کے دیکھیا تو دونوں ماں بیٹی میرے ءِ کانی دیکھن لاگ رہی تھی۔ مڑی ہان نے رضیہ گیل آنکھ ملی تو

منے بیرا لاگ گیا اک اُس کے من میں بھی میری جگہ ہو لی سے، نیوں لا□گے، تھا جنوں اُس نے مھاری ساری ءِ بات سن لی ہوں۔ منے ہاتھ ہلایا ار گاڈی تے اُتر کے اسٹیشن نے بارھ آ گیا، تھوڑی ءِ دور مھارا گھر تھا میں گھر پہنچیا تو رات کے تین بج لیے تھے۔ ماں نے کھان پین کا پوچھا تو میں ناٹ گیا، ملتان تے کھا پی کے چالیا تھا بھوکھ تھی کونیاں، نیند گیڑے دیے آوے تھی گاڈی میں تو سویا ناں تھا، ماں تے دو چار بات کر کے کمرے میں جا کے سویا تو دن چڑھے اُٹھیا۔ نو اِک بجے سی نھا دھو کے منے اپنی ماں تے ساری بات بھتائی، اپنے بچار بھی بھتائے تو ماں میری بات سن کے سوچ میں پڑ گی، مڑی ہان چپ رہ کے کہیا۔

''یوہ کے سوجھی تنے''

''میرا ایک ءِ پوت سے کے ساکاں کا توڑا پڑ رہیا سے''

''ہم کیوں کسے کی چھوڈی ہوئی نے لیاواں تھے، ایک تے ایک ساک آن لاگ رھے، میں تو تیری پڑھائی سمڑن کی باٹ دیکھ رہی تھی''۔

تنے یوہ کے آئی، اسی بات کر جو مانی جے''۔

''بیاہ تو میں اڑیئِ کراؤں گا، تھم مان جو گے تو ٹھیک، نھی تو منے آپے کچھ سوچنا پڑے گا''۔

منے بھی بات کا توڑ ءِ کر دیا۔

''اریو تو میں بھی ناں ہون دیوں''

ماں نے کہیا۔

''پھیر سوچ لیو''

اتنا کہہ کے میں گھر تے بارھ آ گیا سارا دن گھر تے بارھ کاٹ کے سانجھ نے گھر آیا تو ابا جی میری ءِ باٹ دیکھ رہے تھے۔ تڑکے ءِ میں اٹھیا تھا تو وینھ ہسپتال جا لیے تھے، ایب منے سلام کریا تو ان نے اپنے دھورے ءِ بٹھا لیا۔

آج سپوت لا گیا سے تیں.

وینھ بولے۔ میں بولن لاگیا تو اُن نے ڈاٹ دیا۔

تیری ماں نے سب کے بھتادیا سے۔

پر ماں تو ماندی ءکونیاں۔

منے سر تلے نے کردے ہوئے کہیا۔

''ارے میں آپ منالیوں گا، تڑ کیئے تیرے مامے صدیق تے بات کروں گا''

تیں دھیر باندھ، ابا جی نے کہیا۔

دھیر تو میری اُن کی بات سندے ءبندھ گی تھی، اوں بھی ماں پڑھی لکھی تھی سمجھدار تھی، اگلے ءدن ہار ماندے ہوئے بولی،

''تھم دونوں باپ بیٹا رل گے سو، ایب میری رِت چالے تھی، جیو کر تھم آچھا جانو منے تو جلیل ہونا پڑے گا''۔

''ماں ان ءدو چار دناں میں بات کرلیو''

منے کہیا تو ان کی ہانسی چھٹ گی۔

''آج ءناں بگ جاں''

''اِسی بھی تول کونیاں''

میں بولیا۔

''اِسے کا ماں میں وار تو ہو یاء کرے تیرے مامے نیں آجن دے پھیر ءجاں گے''۔

ماں تو یوہ کہہ کے رسوئی کانی بگ گی میں بارھ نیں چال پڑیا، ماما صدیق آیا تو منے گھر آئے نیں ساتواں دن تھا، رات نے سارے رل کے بیٹھے تو اگلے ءدن جان کی ٹھن گی بارہ بجاں کے اورے دھورے ءسو یا ہوں گا میں، رات کے دو بجیاں کا سمے تھا جد منے نیوں لاگیا ابا جی منے بول دین لاگ رہے سیں، آنکھ کھلی تو پھیر ابا جی کا بول سنیا منے تو لی سی بارنا کھولیا تو ابا جی گیل ماں اَر ماما صدیق بھی دِکھے، ماں کانی دیکھیا تو لاگیا جنون رون نیں ہو رہی ہو۔ ابا جی نے مرے ہوئے

بول تے کہیا۔

''بیٹا''

''رضیہ تو مرگی''

''کے''

میرے منہ تے لکڑیا۔

''ہاں بیٹا''

''اِبے اُس کے تائے کا فون آیا سے، رات اُس نے سپرے پی لیا''

''وا بھتا رہیا تھا، اک سانجھ نے ءاُس نے اپنی ماں تے کہیا تھا''

''کون کسے کا ساتھ دے تھا، میں آدر گیل جی نھی سکدی تو آدر گیل اپنے مرن کی باٹ دیکھوں''

مری آنکھیاں آگے تو رضیہ کے مرن کا سُن کے ءاندھیرا آلیا تھا، منے نھی بیرا ابا جی نے اور کے کچھ کہیا میں تو نیوں سوچ رہیا تھا،

اللہ اُس کے گیل تو اور کسے نیں کٹھور پن برتیا تھا پر منے کے کریا تھا۔

میرے ماتھے مراڑ کیوں لاگیا؟

تمنا

اے سُماں، مریاں کے چھورا ہویا ہو سے۔

کداے؟

آج پانچ دن کا ہوگیا۔تڑ کے اس کی چھٹی سے۔

بے بے بیچاری نے کتنے دکھ اٹھائے۔ گیارہ سال بیاہ نے ہوگے۔ایب اللہ نے اس کی مراد پوری کری سے۔ مریاں نے کوئے پیر فکیر کو نا چھوڑیا۔ مجاراں پے چڑھاوے چڈھائے۔ تیبج دھاگے سبئِ کیمے کرلیا۔ پراللہ کا حکم ایب ہویا سے۔اللہ نے چاند سا بیٹا دے دیا۔ ناتو ساس نندااں کے تانے نیارے سہنے پڑیں تھے۔ ساسو کہہ تھی میں اپنے بیٹے کا اور بیاہ کروں گی۔ اس بانجھ نے چھٹواؤں گی۔ نند نیارے تانے ماریں تھی ، کِت مھارے بھاگ میں یوہ پھنڈ رجھوٹی دھری تھی۔ بے چاری مریاں پانچوں بخت کی نماج پڑھے قرآن پڑھے اللہ سے دُعا کرے۔ یا اللہ میری بی بیل ہری کردے۔ اللہ نے اس کی سن لی ایک سسرا محبت راکھے تھا۔ سالے کی بیٹی سے! اِیب یوہ کت جاہ گی۔ دھنی بی ماں بھاناں کی بات مانے تھا۔ پر مریاں نے کرڑی چھاتی کر کے سب کے تانے سنے۔ اپنے رب پہ بھروسہ کر کے بیٹھی رہی۔ تو آکھیر اللہ نے اس کی سن لی۔ اس کے بھا تھڑا سا چھورا دیا سے۔ سسرے نے گھر کی مھینس کا دس سیر دیس گھی کٹھا کرایا اَر اس کے واسطے گوند پنجیری اجوائن ساری تراں کا سندھینا سندھوایا، سارے کُنبے میں کھسی ہوری سے۔ سارے بگڑ میں لاڈو بانٹے سیں۔ کمی کمین جو بدھائی لے کے آئے ، کِسے نے لتے لئے ۔ کِسے نے پیسے۔ کسے نے گڑ دے کے بھیجیں سین اور تو اور دو ہیجڑے آ گے۔ سینکڑے روپیے ویں بی لے گئے۔ تڑ کے چھٹی کا بلاوا سے آپاں بی چالاں گی۔ لاپھسی بنڈے گی۔ چھٹی بھی دیکھاں گی۔ دس پانچ روپے بی دیواں گی۔

مریاں اپنے ہان کی کلی چھوری تھی۔ اور کوے کونا تھی۔ بڈے لاڈ کور تے ماں باپ نے پالی تھی۔ چھوری کا دھن گنے دناں میں جوان ہولے سے مریاں بی جوان ہوگی۔ تو ماں باپ نے بیاہ کا فکر ہویا کِتے اچھا چھورا دیکھ کے چھوری کے ہاتھ پیلے کروں۔ مریاں کی بوا کا بیٹا سوہنا گا بھرو جوان تھا۔ تھا تو ان پڑھ پر کھیت کیار کے کام میں بڈا لگوال تھا۔ مریاں کے باپ نے اپنی باہن سے کہا واِتری بھتیجی جوان ہوگی تیں اپنے بیٹے سے لے لے، باہن تھی نک چڈھی دبی جبان سے ہاں کہہ دی۔ رشتہ ہوگیا۔ دونوں اوڑھ سے اچھا جورلا کے بیاہ ہویا۔ پر باہن کا من کھس کونا ہویا۔ وا چاہوے تھی۔ کسے بڈے گھر کی بیٹی۔ اس بے چاری کے بھائی بی کونیا تھا۔ بیاہ کے سال دو سال پاچھے باپ بی اللہ نے پیارا ہوگیا۔ کون چھوری کا آلا چالا کردا۔ نیونیں سے اولاد بی کونا ہوئی۔ اور دو چار سال پاچھے مریاں کی ماں بھی مرگئی۔ فیر تو ساس نندااں کی کھلی چھٹی ہوگی ایک مریاں کے اولاد کونا ہوئی دوسرے ماں باپ مر گے۔ تیسرے بھائی کونا تھا۔ کِت جاندی ایک سسرے کا دم تھا۔ وا ایب تائیں ٹکی ہوئی تھی۔ اس کی ءِ تمنا تھی اللہ مری بہو کے چاند سا بیٹا دے دے۔ وا آس پوری ہوگی۔ ناں تو اس کی نند تو کدے کی مریاں نے تلاک دیوا کے تاڑ دیندی۔ اللہ نے اس کی سن لی چاند سا بیٹا ہوگیا۔ فیر تو یا سب نے اچھی لاگن لاگ گی چھورے نے پڑھا لکھ کے دس جماعت پاس کرلی۔ فیر پاکستان بن گیا اور واہ لاہور کے کالج میں داخل ہوگیا۔ بی اے پاس کر کے نائب تحصیلدار بھرتی ہوگیا۔ ایب دھر دھر بھولیں سیں۔

ایکا

دونوں بھائیاں کا اپنے ۽نوہرے میں کسے بات پے جھگڑا ہو گیا بات ہاتا پائی تائیں آ گی۔ فیر دونواں نے لاٹھی ٹھالی۔ چھوٹان آلا کوئے لوے کو نیا تھا۔ بس دونوں بھائیاں کا لٹھ باجن لاگ گیا۔ ایک بھائی نے ماری جو پھیرواں لاکڑی دوسرے بھائی کے سِر میں لاگی تے سِر پاٹ گیا۔ واہ جمین میں گرا اَر مر گیا۔ اِیب تو نیمبو مہنگے ہو گے۔ ایب کے کروں؟ محلہ گام نے بیرا پاٹا۔ شور ماچ گیا۔ مرنیے بھائی کے تین بالک دوسرے کے دو بالک تھے اَر تھے بی چھوٹے چھوٹے۔ جھٹ گام کٹھا ہو گیا۔ لوٹے لون گال لیا۔ نا! ایک بھائی تو اویں مر گیا۔ دوسرے کے پھانسی ہو جائے گی چو چی بچے کا یوہے پھیسلہ ہو گیا۔ کِسے نے تھانے میں رپورٹ کر دی، تھانے دار سپاہیاں نے لے کے گام میں آ گیا۔ گام کٹھا کر لیا پر تھانیدار جس نے بوجھے یوہ کس تراں مریا کس نے ماریا؟ واہے نیو کہہ جمین پہ گرا تلے میھنس کا کھونٹا گڈا ہو یا تھا، اس میا سِر جا کے لا گیا۔ سِر پاٹ گیا مر گیا، گام کا چوکیدار، نمبردار، ٹھلے دار سب کٹھے کر لئے۔ تھانے دار نے نمبردار اَر ٹھلے داراں سے پوچھا اس کے کس نے لٹھ مارا ہر کسے کا ایک ۽ جواب تھا۔ اس نے مرگی آوے تھی۔ دورا پڑیا، تلے بھینس کا کھونٹا کھڑا تھا۔ اس پے سِر لا گیا، سِر پاٹ گیا۔ مر گیا تھانے دار کے سامنے سارا گام چھوٹا بڈا ایک ۽ جبان بول رے تھے۔ چان چک تھانے دار نے کھیال آیا، میں چوکیدار سے کیوں ناں پوچھوں۔ واہ تو سرکاری ملاجم سے وأئے اصل بات بتاوے، چوکیدار اس ۽ گام کی برادری کا تھا۔ واہ بلایا، اس سے پوچھا، چوکیدار نے بی یوہے جباب دیا، جو گام نے بتایا تھا۔ تھانے وار نے بڈا گسہ آیا۔ چوکیدار کے جوڑ کے تھپڑ مارا۔ پانچوں آنگلی چھپ گی۔ فیر اتنا ماریا

چوکیدار حد ار بس۔ پر چوکیدار کا ایک ۽ جباب تھا اک کھونٹا لاگن سے مریا سے۔ گام رام میں سب تراں کے آدمی ہوسیں۔ کسے نے تھانیدار کے کان میں پھونک مار دی اک یہ گام آلے اصل بات کونا بتاویں۔ تیں اِیب مرن آلے کی لُگائی سے بُوجھ، وا بتاوے گی اصل مارنیا کون سے؟۔۔ تھک ہار کے تھانے دار نے کہا میں اس کی بیر بانی سے پوچھنا چاہوں سوں۔ لوگ بولے پردے آلی لُگائی تیرے آگے کس تراں آجے گی۔ بولیا بھائی اس نے ایک کوٹھڑے میں بٹھا دو میں دوسرے میں بیٹھ جوں گا۔ نمبردار میری گیل ہو گا۔ ان نے کہا اچھا یاہ ٹھیک سے۔ پر سیاناں نے سوچیا واہ لُگائی کی جات سے کدے اصل بات بتا دے؟ اِیب کے کراں۔ ایک بُڈھلہ آلیا، بولیا، اَرے رانڈ نے پکڑ کے پرلے محلے میں چھوڑ آؤ۔ اس کی جگاں کوئے اور سیانی لگائی بٹھا دو۔ اس ۽ تراں کر یا، تھانے دار گھر گیا تو واہ ایک کوٹھڑے میں کھاٹ پے بٹھا دیا دوسرے کوٹھڑے میں واہ لُگائی بیٹھی تھی۔ تھانیدار بولیا بی بی تیرا دھنی کس نے مارا سے؟ اُس کا ناں بتا! اُس لگائی نے اپنے دھنی کا نیواے بتایا جو مرداں نے کیہا تھا۔ اَر روندے روندے بولی میرے دھنی نے مرگی آوے تھی مرگی کا دورا پڑا تلے کھونٹا تھا۔ اس میں سِر لا گیا مر گیا اور جور جور سے رون لاگ گی۔ تھانے دار کے اکین میں آ گیا لُگائی ٹھیک کہہ رہی سے۔ اُٹھ کے نوہرے میں آ گیا اور گام کے ٹھلے داراں سے کہا۔ اس کی نیوں ۽ لکھی تھی۔ اس کا کفن دفن کا بندوبست کرو اور دفنا دو۔ تھانے دار گام آلیاں کے ایکے سے ہار مان کے اُلٹا چال گیا۔

دوسرا بیاہ

ارے مادو۔ یار ترے بیاہ نے گھنے ءِ برس ہو گے کوئے بالک کونا ہو یا ایب تائیں؟

بھئی یاہ تو مالک کی مرجی سے اس میں کسی کا کے جور سے!

میرے یار اتنی جمین جیجاد سے، اس کا کون رکھوالا ہو گا۔؟ تیں اور بیاہ کیوں نا کرلیندا؟

یار بیاہ تو کرلوں پر اگلی بی تو مامے کی بیٹی سے اس نے کِت کروں۔

وارہیں جا گی تیرے پے اُس کے کھان کی روٹی کونا کے۔

روٹی تو سے پر فیر بی سوکن کا اوٹنا بڑی مسکل بات سے۔

ایک کام کر اپنی لُگائی تے پوچھ لے تین کہے تو مین دوسرا بیاہ کرلوں کیبر اکوئے چھوٹیِ ہوجے۔

ہاں یار یاہ ٹھیک کہئے سے۔ میں آج ءِ بوجھوں گا۔

سانجھ نے دونوں لوگ لُگائی کٹھے بیٹے جد مادو آستے سی بولیا۔ تاجن مری ایک بات سن تیں کہے تو مین اور بیاہ کرالوں۔

تاجن ہنس پڑی۔ جرور کرالے۔ یاہ تو تنے میرے منہ کی بات کر دی۔ میں گھنٹییَ دناں سے یاہ سوچ رہی تھی۔ اک میں مادو سے کہوں میرے تو اولاد کونا لاگی تیں اور بیاہ کرلے ※ جو اس جیجاد کا مالک تو کوئے ہو۔ واہ تڑکے ءِ اپنے بھائی دھورے گئی۔ بھائی سے کہن لاگی۔ اپنے بھنٹوییے کا کتے ساک ٹوہ۔ میں اس کا دوسرا بیاہ کروں گی۔

بھائی بولیا۔ تاجن تین پاگل ہو رہی ہے۔ اپنے اوپر سوکن لاوے سے۔

بھائی اس کی اتنی ساری جیجاد سے جد اس کا والی وارث ءِ کونا تو وا جیجاد کِت جا گی۔

اچھا با ہن تین کونا ماندی۔ تو میں اپنے سالے کی بیٹی کا ساک کرادوں گا۔ وا مڑی دھڑی پڑھی ہوئی

بی سے اَر جوان گا بھر و سے، گھر کام دھندا بی کر دے۔ سب سے بڑی بات جو ترے ہات تلے رھوے گی۔ میں تڑکے ءِ جا نگا بات کر آؤں گا۔

اگلییِ دن اس کا بھائی اپنے سالے دھورے گیا۔ اس کی بیٹی کا ساک پکا کر آیا۔ بیاہ کی چٹھی لے آیا۔ بیاہ ہو گیا۔ سارا گام نئی بہو نے ویکھن آیا۔ بڑی کھسی ہوئی۔ اللہ کا کرنا اِسا ہو یا۔ برس دن پاچھے اللہ نے بھا تڑا سا چھورا دے دیا۔ گام میں لاڈو بانٹے ڈوم میراسیاں نے نیگ لیا۔ دوسال پاچھے اللہ نے دوسرا چھورا دے دیا۔ اِیب کے تھالا رالاگ گا۔ ہر دوسال پاچھے چھورا۔ بارہ سال بیاہ نے ہووے چھ چھورے ہو گئے مادو نے دونوں لوگائیاں گیل برابر کا سلوک کرا، کے مجال کوئے فرک پڑجے۔ تاجن بی کُھش۔ نئی لُگائی بی کُھش۔ بگڑ کی لُگائیاں نے سوچیا۔ یوہ مادو نے دو لُگائی کر راکھی سیں۔ پر انکی لڑائی تو کونا ہوندی۔ ہنسی کُھشی رہ رہے سیں۔ یاہ کے بات سے بگڑ کی لُگائی لاگی لائی بوجھائی کرن۔

تاجن نے کیمے سیکھا دیں۔ جنتی نے کیمے کہہ دیں۔ مادو تو باہر کا مرد تھا۔ اس نے کسے بات کا بیراءِ کونا گھر میں دونوں اوکن سوکن سارا دن جوتم پجاری رہیں مادو نے جد بیرا پاٹیا۔ جد تاجن اپنے بھائیاں کے جان کھاتر تیار ہوئی۔ مادو بولیا کیوں جا سے تاجن؟ مین اُرے ایک گھڑی کونا رہوں گی۔ اس کے چھ چھورے ہو گے میرا اُرے کے دھرا سے۔ مادو سیانا آدمی تھا۔ اس نے سوچیا کھیل بگڑ کی لُگائیاں نے رچایا سے۔ مادو نے اپنی دونوں بیر بانی سمجھائی۔ اَر بگڑ کی لُگائی گھر آن سے روک دی۔ فیر تو دونوں اوکن سوکن سکھ چین سے گھر میں رہین لاگ گی۔ ہنسد ابسدا گھر ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں آ کے اوکاڑے میں آباد ہو گیا۔ اِیب مادو کے کُل ملا کے چھبیس بیٹے، اَر پوتے پوتیاں سیں، مادو مر گیا۔ دونوں لُگائی بی اللہ نے پیاری ہو گی۔

سنجوگ

منے ٹیشن سے ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم پے آیا گاڈی چال پڑی میں بھاج کے فسٹ کلاس کے ڈبے میں چڈھ گیا۔ اس میں ایک جوان چھوری بیٹھی کوئے رسالہ پڈھ رہی تھی۔ تیسرا آدمی ڈبے میں کوئے نیں تھا۔ میں سیٹ پے بیٹھ کے سارے دن کی عدالتاں کی کاروائی سوچن لاگیا۔ یاہ پیشی واہ پیشی ! اُس عدالت میں جانا اس عدالت میں جانا! اَر واہ لگائی اپنے چھوٹے چھوٹے بالکاں نے لیئے کس طرح رو رہی تھی۔ اک وکیل صاحب میرے لوگ نے چھٹوا دے اس نے قتل کونا کرایا۔ یوہ تو بڈیراں نے دشمنی میں پھنسا دیا، میں اپنی ساری ٹوم بیچ کے تری فیس دے دیوں گی۔ یاہ میں سوچے ءِ رہا تھا۔ گاڈی اپنے جوراں سے بھاج ری تھی۔ چان چک واہ چھوری اپنا رسالہ پڑھنا بند کر کے تھیلے میں دھر اَر کھڑی ہو کے میری سیٹ لیوے آ کے منے بولی ترے پے جو کچھ سے منے دے دے نہ تو میں ایب جنجیر کھینچوں گی اور کہوں گی یوہ آدمی منے چھیڑے تھا۔ منے گوجھی سے پنسل کاگج لکاڑا اَر بولیا میں بہرا سوں تیں جو کچھ کہہ ری سے اس پے لکھ دے اس چھوری نے جھٹ پنسل لیکے لیکھ دیا۔ اک تیرے پہ جو کچھ سے واہ منے دے دے نہ میں جینجیر کھینچوں گی اَر کہوں گی یوہ آدمی منے چھیڑے تھا۔ یوہ لکھ کے اس نے کاگج میرے کانی کرا۔ منے لیکے کاگج پڑھا اَر گوجھی میں گھال کے اُس سے کہا تیں کے جینجیر کھینچے گی اِیب میں جنجیر کھینچوں گا اِیب تو وہ چھوری رون لاگ گی۔ منے ترس آیا اس کے سر پے ہات دھر کے میں بولیا رووے کیوں سے کے دکھ سے منے بھتا میں وکیل ہوں کیبر ا تیرے کچھ کام ءِ آجوں۔

واہ روندی روندی بولی مری یانی سی کی ماں مر گی تھی۔ مرے باپ نے دوسرا بیاہ کر لیا موسی نے کدے میرے تے ماں کا پیار نہی دیا۔ فیر بی میں گھر کا کام بی کردی رہی اور پڑھائی بی

کردی رہی میں چودہ جماعت پڑھ گی۔ جوان ہو گی تو مری موسی نے یوہ جلم کرا اک مرے باپ کے کان بھرے اَر پیسے لیکے ایک ستر سال کے بُڈھے گیل میرا بیاہ کر دیا۔ میں کے بولدی ؟ چُپ چاپ اِس بڈھے گیل اس کے گھراں بگ گی۔ دوسرے دن بڈھا بولیا بھاگوان مرے دو کیلے دھرتی تھی واہ بیچ کے پیسے ترے باپ سے دے دئے، اِیب تیں کما اَر میں کھاؤں گا۔ میں لگائی کی جات کِت تے کما کے لاؤں؟ کے کما کے لاؤں؟ یں ساری باتاں سوچ کے منے اپنے لتے تھیلے میں دھرے اَر اپنے لوگ کا گھر چھوڑ دیا آ کے ریل کا ٹکٹ لے کے اس میں چڑھ گی اِیب ترے سامنے کھڑی سوں۔ یوہ بتا کے واہ رون لاگ گی۔

میں بولیا تنے بیٹی بنا کے اپنے گھر لے چالوں جاوئے گی؟ اُس نے ہاں کر دی میں اُس نے گھر لے آیا۔ میرا جوان چھورا تھا۔ سوہنا اَر گابھرو۔ پر واہ پڈھ نہئیں سکیا اَر دسویں میں بی پھیل ہو گیا۔ فیر آگے کونا پڑھا تھا۔ منے اس تے نون تیل کی دوکان کرا دیتھی اپنی روٹی جوگے پیسے کما رہیا تھا۔ اچھی دوکان چلا ریا تھا۔ منے گھر لا کے اس چھوری سے تنسیک نکاح کا دعوی کرا دیا۔ تیسری پیشی میں اس کی بڈھے سے جان چھٹ گی۔ منے اپنے بیٹے سے اس کا نکاح کرا دیا۔ اِیب وین دونوں کُھشی کُھشی پنے گھر میں بس رہے ہیں۔

بھائی چارے کا جور

ارے کرموں۔ چھورا چودہ جماعت پڑھ گیا ایب بیاہ کردے چھورے کا۔

یار کرتو دیوں۔ پر گھر آلی نیوں کہہ سے اک بھائی کی بیٹی (بھتیجی) بیاہ کے لاؤں گی۔

فیر کے دیر سے؟ بھابی نے اس کے بھائی دھورے بھیج دے! ساک مانگ لے گی جاکے۔

یار کہے تو ٹھیک ء سے پر مرے یار یا تو سوچ وامرا سالا وکیل سے۔ دو مربّاں کا مالک سے اچھی حویلی سے۔ میں ٹھیریا گریب آدمی۔ تین کِلے اَر چھوٹا سا کوٹھڑا سے۔ مرا چھورا بے رجگارا سے واہ بھلا اپنی بیٹی ہم نے کیوں دین لاگیا۔ اڑے یں بات ہوری تھی۔ اُٹھے اس کے سالے کے گام کا کوئے آدمی آوے تھا۔ وکیل اس نے بولیا ارے بھائی تین جا سے میری باھن کے بی ہو کے آیئے اراس نے نیوں کہیے، ترے بھائی نے اپنا بھانجا دیکھن نے بلوآیا سے۔ اس نے بھیج دے ملن نے من کر ریا سے۔ اُس آدمی نے آکے وکیل کی باھن سے کہہ دیا۔ باھن نے جھٹ بیٹا تیار کر کے بھیج دیا، جارے ترا ماما بلاوے سے مل آ۔ چھورا تڑکے نے نہا دھو کے تیار ہو کے موٹر میں بیٹھ کے دو پھرتے پہلاں مامے دھورے بگ گیا۔

سدھا جاکے مامے سے سلام کریا۔ وکیل نے چھورے کے سر پہ ہات پھیرا بولیا چال گھراں تری مامی دھورے روٹی ٹکا کھا۔

اِس نے برادری کے چار، پانچ سیانے بلوائے، بولیا! مرا بھانجا آیا ہے سے میں بیٹی کا نکاح اپنے بھانجے سے پڑھوانا چاہوں سوں۔ مولوی نے بلواؤ اور نکاح پڑھواؤ۔ لوگاں نے مولوی بلوایا اَر نوھرے میں بٹھا کے نکاح پڑھا دیا۔ وکیل نے اس ء بخت چھوری تیار کر کے چھورے کے گیل بھیج دی چھورے کے ہاتھ میں پچیس ہجار رپئے نقد دے دیئے اَر بولیا! جا بیٹا اپنا کاروبار

شروع کردے اللہ روزی دے گا۔

چھورا تو اپنی بہوڑیا نے لے کے موٹر میں بیٹھ کے سانجھ نے گھر ماں دھورے آ گیا۔

ان کے گھر میں کتنی کُھشی ہوئی۔ ہلدی لاگی نہ پھٹکڑی۔ پٹاک بہو آ پڑی۔

چھورے کے ماں باپ الگ کُھش ہو رہے تھے۔ اَر سارا ء گام کُھش ہو رھیا تھا۔

اُتھوڑ وکیل کے گام کے لوگ رات نے کٹھے ہوئے۔ وکیل بلوالیا۔ اور سیانیٹا نے کہا بھئی وکیل یوہ تنے کے کیرا بیٹی اسطراں بیاہ دی اسطراں تو کمٹیاں کے بی کونا ہوئے۔ وکیل بولیا بھائی میرے سے کے گلتی ہوگئی۔ منے اپنے بھانجے نے بیٹی دی سے۔ یوہ ایک ریت لکاڑی سے سارے بھائی اس ء تراں کرو۔ کیوں کھام کھاں کھرچے بدھاؤ۔ بوڈھے بولے بھائی ہم تیری بیٹی کے بیاہ میں چول کھاواں ہاں۔ وکیل گُسے میں بولیا! چول تھم ایب کھالیو۔ یوہ لیو ایک ہجار رپیے جاکے سمان، میٹھا لے آؤ۔ اَر دیگ چڑھوا دو۔ اَر سارا گام چاول کھاؤ۔ چھوری گئی نے تین دن ہو گے۔ اُرے دیگ چڑھ گی۔

مگالتہ

میں سویرے سویرے سائیکل پہ گھرتے لِکڑ کے چالیا، کوٹھی کے ساہمی منے گھنٹی بجائی اَر واہ میری گھنٹی کی اواج سن کے بھاج کے درواجے پہ آئی اَر منے دیکھ کے الٹی ءِ بگ گی۔ منے دیکھی جوان تھی کھوب صورت تھی اَر پڑھی لکھی بی دیکھائی دے تھی۔ میں بی دیکھ کے اپنے دفتر بگ گیا۔ یوہ پچھلے چھ سات دن سے روجانہ کا کام تھا۔ اِن دِناں میں مرے گھر آلے میرے واسطے ساک ڈونڈھ رے تھے، کِتے چھوری پسندءِ نہی آوے تھی۔ میں دفتر میں بیٹھ کے سوچن لاگیا۔ اک اس چھوری گیل میرا بیاہ ہوجے کتنی اچھی بات ہو۔ پراس کا بیرا کیوکر پاٹے۔ یوہ کون سے؟ ماں باپ کون سیں؟ باپ کا کے نام سے؟ سارا دن سوچاں میں کٹ گیا۔ دفتر سے چھٹی ہوگی میں اوٹھ کے اپنے گھر آ گیا۔ گھر آ کے میں اپنی ماں نے بولیا۔ ماں منے چھوری ٹوہ لی اُس کی گیلاں میرا بیاہ کر دیو۔ واہ کس کی بیٹی سے؟ اَرکت رہ سے؟ ایک دم سارے گھرکیاں نے اتنے سارے سوال کر دیئے۔ میں بولیا ایبے اس کا بیرا کونا میں دو چار دن میں بیرا پاڑ کے بھتا دوں گا۔ دوسرے دن میں دفتر میں آیا۔ میری گیل ایک چھورا اکرم اس دفتر میں کام کرے تھا منے اس سے کہا۔ فلانی گلی میں ایک کوٹھی سے۔ واکس کی سے؟

اس مین ایک جوان کھوب صورت چھوری ہے اَرکیرا پڈھی لکھی بی سے میں اس کا ساک لینا چاہوں سوں۔ تیں اس کا بیرا پاڑ دے۔ اس نے وادہ کرلیا، میں تڑکے تنے بھتا دوں گا۔ دوسرے دن دفتر میں آئے اپنی اپنی سیٹاں پہ بیٹھے۔ تھوڑی سی دیر میں وا اکرم ہنسدا ہویا میرے دھورے آیا۔ اور بولیا میرے یار واہ تو اپنے اسلم ہیڈ کلرک کی بہو سے۔ سویرے سویرے ان کا دودھ آلا سائیکل پر آوے سے واہ گھنٹی بجادئے سے تو واہ دودھ لین کھاتر بار نے آوے سے۔

اُڈیک

اے رانو۔ تاوَلی تاوَلی چال گھاس کونا پاڑنا؟ ڈانگر تڑکے ءِ سے بھوکے کھڑے سیں۔

اے بے بے دھنو میرا تو جینا ماٹی ہو رہا ہے۔ بیرانہ کے ہوگا کاہیں میں جی کونا لاگدا۔ بیس برس کی ہوگی۔ اس جوانی کا کے کروں میں اس نے کیوکر ڈاٹوں؟

اے کے ہوگیا؟ سنچے ترا تو جماءِ رنگ پیلا پڑ گیا۔ تنے کے روگ لا لیا؟ دھنو نے کہا۔

اے بے بے تنے تو بیرا سے میں تیرا چودہ برس کی تھی جد میرا نکاح ہوگیا تھا۔ اَر مکلاوا دو تین برس پاچھے ہونا تھا۔ واہ فوج میں تھا۔ جائیو ستیاناس اُس جرمن جپان کا جس نے لڑائی چھیڑ لی اور واہ جرمن جپان کی کید میں ہوگیا۔ آج سات برس ہوگے پر اِس کا کوئی بیرانہ لاگیا کِت سے ار کِت نہیئں؟

اے کوئے چِٹھی پتری تو لکھ دے۔ دھنو نے صلاح دی۔

باوَلی تو نہ سے میں کِس تراں چِھٹی لکھ دوں گھرکیاں کی لاج کونا۔

تو باھن تیں تو لاج سرم میں ءِ ماری گئی۔

یہ بات ویں کردی ہوئی جا رہی تھی۔ اک سامنے دھولے گھوڑے پہ بڑا ایک گھناءِ سجیلہ جوان سوار آ رھیا تھا۔ جد ان دونوں چھوریاں نے سر اوپر اٹھا کے دیکھا تو وا نیڑے ءِ آ گیا تھا۔

اے چھوریو۔ چانگ گام یو ہے سے؟ گھوڑے آلے نے بوجھا۔

ہاں یو ہے سے پر تیں کیوں بوجھے سے؟ دھنو نے کہا!

پھتے کا گھر کتھوڑ سے؟ منے اس کے جانا سے۔ گھوڑے آلا بولیا۔

پرتر ااس کا کے ساک سے؟ دھنو نے پھیر بوجھا۔ میرا اس کی بیٹی رانو سے سات برس پہلاں نکاح ہو یا تھا۔ رانو تو اتنا سندی گئی اَر اُلٹ پیراں گھر نے بھاج لی۔ دھنو منہ دیکھدی رہ گئی۔

دِن

ثُماں نے اِبے پاٹی کا ایک ءِ گھونٹ لیا تھا۔ جد اُس کی کڑ پے اُس کی ساسو نے دو ہاتھڑ مار یا۔

کلمونہی تنے لے جے ڈھائی گھڑی کی۔ منے بر جیا نہی تھا۔ باہر ناں آ یئے۔ تیرے گڈ دی ءِ کونیاں، دھکا لاگدیَ گلاس کا سارا ءِ پانی ثُماں کے اُوپر کھِنڈ گیا تھا۔ جے سامنے گھڑونچی ناں ہوندی تو دھرتی میں منہ جا کے لاگدا۔

بوا میں تو پانی پین آئی تھی۔ ثُماں نے الگ دنے سی کہیا!

اِسی کے پَو پھوٹ ری تھی۔ گھنی بَولا گے سے تو پانی بھر کے بھیتر ءِ دھر لے، سانجھ تے پہلاں منے باہر دِکھی تو کاٹ کے دھر دیوں گی۔ چال بھیتراں نے۔

بیراناں یوہ بانجھ کِت مھارے بھاگ میں لکھی تھی۔

ثُماں نے دوسر کے پاٹی کا گلاس بھریا۔ اَر چپ کر کے بھیتر کانی چال پڑی۔ بھیتر آ کے اُس نے آدھا اک گلاس پانی پیا۔ گلاس ایک اوڑ نے دھر کے اپنے پلنگ پے آ کے پڑ گی۔ یوہ کے نیاری بات تھی۔ پچھلے ایک سال تے نیوں ءِ ہون لاگ رہیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتاں پے اُس کی ساسو اس کی گُھر بھن بھر دے تھی۔ مہنے کوٹیاں تے تنگ آ کے۔ جے کدے ثُماں ساسو آ گے بول پڑے تھی تو سانجھ نے گاموں آ کے گھر نے ادھر ٹھالے تھا۔ کوئے دن ہو گا، جس دن ثُماں اپنی ساسو یا اپنے لوگ گاموں پے ناں پٹدی ہو گی۔ ساسو تو نیوں جانے تھی اک ثُماں ان باتاں تے تنگ آ کے کسے دن دہاگ مانگ لے تو واہ اس تے جی چھٹا کے اگلے ءِ دن اپنے پوت کا دوسرا بیاہ کر دے۔ گاموں تو تھا ءِ ماں کی سیکھ پے چالنیاں۔ پھیر بھی ثُماں نے سال ہو گیا تھا۔ اُن کا آ گا لیندی نے۔

سب کچھ اوٹ کے بھی اس نے اپنے منہ تھے اسی بات نھی کاڈھی تھی۔ جس□ پہ اُس کی ساسو دہاگ کی نیم دھر سکدی۔ ایک سسرے کا ءِ دم تھا۔ جو اُس نے اپنی بیٹی سمجھے تھا۔ اُس کے سِر پے ہاتھ راکھے تھا۔ واہ بھی کد لگ ہاتھ راکھدا؟ ھار کے اُس نے بھی اپنی گھر آلی کی بات ماننی ءِ پڑی۔ پچھلے مہینے کی ءِ تو بات تھی۔ جد اُس کے سُسرے نے اُس تے کہیا تھا۔ بیٹی یوہ رانڈ نھی مانے گی۔ میں تیرا گھر اُجاڑنا تو نہی چاندا۔ پر کے کروں اس رانڈ نے میرا بھی جینا ماٹی کر راکھیا سے۔ گیاراں سال لگ تو منے دابا لائے راکھیا۔ پر اِیب میرے بس میں نھی رہیا۔ ثُماں کے بولدی چپ کر کے سنیں گئی۔ سمجھ تو واہ گئی ءِ تھی۔ سُسرا بھی بھیتر تے ٹوٹ لیا سے۔ اس بات کے تھوڑے ءِ دناں پاچھے۔ ثُماں کی ساسو نے اپنی نند کی بیٹی لین کھاتر بات چلا دی تھی۔ آج چھوری آلیاں نے آنا تھا۔ چاہیں تے اُس کی ساسو نے تڑکے ءِ تھے اُس پے روک لا رکھی تھی۔ اک آج تیں آنگن میں ناں آ یئے۔ تڑکے ءِ تے ثُماں بھیتر پڑی تھی۔ گاموں تو تڑکے ءِ اُٹھ کے کھیتاں میں بگ گیا تھا۔ اَر ثُماں کا سُسرا اپنے کنبے کے مرداں نے بلان جا رہیا تھا۔ ثُماں کی ساسو آنیاں کا آدر مان کرن نے رسوئی میں لاگ رہی تھی۔ دِن اُوپراں نے ہو یا ءِ تھا جد ثُماں پانی پین نے گئی تھی۔ ساسو تو چاہوے ءِ نیو تھی۔ اک ثُماں باہر نے آوے تو واہ اپنے من کی کاڈھے۔ نیوں ءِ لکھی تھی۔ اُس نے سوچیا، سسرا بھی کے کرے اُس کا بھی ایک ءِ پوت ہے۔ اُس کا بھی جی کردا ہو گا پوتے پوتیاں نے کھلان کا۔ ثُماں سے ایک نے پوچھا۔

کیوں بھئی؟

سلطان کی چھوری میں کے کمی سے؟

کال تو تیں اُس کی ساک لین نے بھاجیا پھرے تھا۔ کتنی ایڑھیاں تے ہم نے یوہ ساک کروایا تھا پھیر کے ہو یا؟

او گیاراں سال ہو لئے گاموں کے بیاہ نے۔ اِیب لگ کِسے بالک کا منہ نہیں دکھیا۔ گام کی دائی تے دکھایا تھا۔ واہ نیوں بولی یوہ ماں نھی بن سکدی تھم اپنے پوت کا دوسرا بیاہ کر لیو۔

اس بات نے بھی چار مہینے ہو لئے۔ ثُماں کی ساسو نے کہیا۔

میرا ایک ءپوت سے تایا۔اُس کے ءکوئے بالک نھی ہویا تو میرا ناں ءنھی رہوے گا۔
ثُماں کا سسرا بولیا۔

پھیر کے ہو یا بھئی اور کسے آچھے ڈاکٹر نے دکھالیو۔

لوگ تو بیس بیس سال باٹ دیکھیں سیں۔تول کیوں کروسو؟

وہ چار سال اور باٹ دیکھ لیو کے بیرا اللہ دے ءدیوے۔ثُماں کے دادسرے نے کہیا۔

تایا منے تو اتنی تول کو نیاں تھی۔

پر گاموں کی ماں ءنھی مان کے دیندی۔اسے کا کریا دھریا سے یوہ۔ثُماں کا سسرا بولیا۔

او ایب کے ہوسے؟ ایب تو چھوری آلیاں تے بات بھی ہولی۔

گیاراں سال ہو لئے تھے۔اس کے بیاہ نے پر اللہ نے آج لگ اُس کی گود سونی راکھی تھی۔گام کی ساری ءدائیاں نے دکھالیا تھا۔ٹونے ٹوٹکے کرن میں بھی کمی ناں راکھی تھی۔سب کے کر کے ہار لی تھی۔پر بالک ناں ہویا۔سال ہو لیا تھا سارے گھر کیاں نے آنکھ بدلے۔واہ ثُماں جو سب کی آنکھیاں کا تارا تھی۔آج سب کی آنکھیاں میں رڑکے تھی۔واہ ءسا سوتھی جو کدے واری واری جایا کرے تھی آج واہ ءاُس کی بیرن بن رہی تھی۔کے کچھ نہی کریا تھا۔اُس کے ماں باپ نے اُس کے بیاہ میں سب کے دیا تھا،سارے نیگ پورے کرائے تھے جد واہ بیاُھی آئی تھی تو ساسو نے کتنا آدر کریا تھا کسے کام کے ہاتھ نھی لان دے تھی۔سارا سارا دن پڑوساں آگے اُس کی بڑائی کر دی نھی تھکے تھی۔گھر میں سب اے کے تھا۔کیاں ءکا توڑ انھی تھا۔لوگ بھی اللہ نے سوہنا گا بھرو دیا تھا۔جد تو واہ بھی اُسے کے گیت گاوئے تھا۔واہ کے کسے تے کم تھی۔واہ بھی دھولی دودھ برگی تھی۔آنکھ ناک کی سوہنی تھی۔پر لیلی چھتری آلے کی لیلاء نیاری سے ثُماں نے سوچیا کدے تو ویسنھ دن تھے۔جد مڑا سا تاپ چڑھدے ءسارے گھر کے اس کی دیکھ بھال میں لاگ جین تھے۔آج یوہ دن سے واہ دو دن تے تاپ میں پھنکن لاگ رہی سے ار گھر کیاں

نے گاموں کے دوسرے بیاہ کی پڑ رہی سے۔ثُماں ساسو کے کو سنے سن□ کے بیٹھی ءتھی۔جد کنبے کے بڑے بوڑھے گھر کے آنگن میں پڑے موڑھیاں پے آکے بیٹھ گئے۔ثُماں کا سسرا بھی اُن کے گیل تھا۔ثُماں نے اُٹھ کے بارناں اُڈھیک دیا۔کدسی آویں گے بھئی ویںھ؟

ثُماں نے اپنے دادسرے کا بول سنیا۔

بس ایب آن آلے سیں چاچا۔ثُماں کے سسرے نے کہیا۔

ثُماں کے کالجے پے دھکا سا لاگیا۔ثُماں کی ساسو نے چاء کی ٹرے اُن کے آگے لیا کے دھر دی۔ار آپ ایک کانی ہو کے پیڑھے پے بیٹھ گئی۔ثُماں کے سسرے نے اُن تے چاءِ گھال کے دیئے۔جد اُس نے اپنا کوپ ٹھالیا تو آواج آئی۔

اِس چھوری کا کے کروگے؟

دہاگ دیو گے اس نے۔ثُماں کے دادسرے نے ثُماں کے سسرے تے پوچھیا!

پھوپھا! گاموں تو تیار سے پر گاموں کا باپ نھی ماندا۔میں تو نیوں جانوں دہاگ دے ءدیاں تو ٹھیک تھا۔سوکناں کی کیو کربنے گی ار چھوری آلے بھی آڈا لانویں گے۔ثُماں کی ساسو نے کہیا۔

ثُماں بھیتر پڑی سنن لاگ رہی تھی۔چاروں کانی دُکھ ءدکھ تھا۔دُکھاں کا دھواں اُس کے باہر ءباہر نھی تھا۔اُس کے بھیتر بھی بھرن لاگ رہیا تھا۔

یو کے سے؟ اِبے تو سوکن آکے چھاتی پے مونگ دلے گی۔ثُماں نے سوچیا چاہے سوکن اوٹنی آئیو پر دُہاگ منے بھی نہی لینا۔ثُماں نے اپنے آپ تے کہیا۔

تھم ساری باتاں نے چھوڑو۔

چھوری آلیاں کے آن تے پہلاں بہو تے پوچھ لیو واہ کے کہوے سے ثُماں کے چاچسرے نے کہیا۔

میں پوچھ کے آؤں سوں چھوری تے۔ثُماں کے دادسرے نے موڑھے تے اُٹھدے ہوئے کہیا۔

اپناں ناں سنڈے ءثُماں کا جی ساگھٹ گیا۔واہ پلنگ پے اُٹھ کے بیٹھی گی،اُٹھدے

ءِاُس نے کِمے چکرسا آ گیا۔اُس نے سِر کاندھ کے لالیا۔اُس نے نیوں لاگ رہیا تھا۔جنوں سب کِمے گھومن لاگ رہیا ہو۔کاندھ کے سِر لاگدے ءِاس کی آنکھیاں آگے اندھیرا سا آ گیا۔۔اَر واہ بے سُدھ سی ہو کے پھیر پلنگ پے گر گی۔

بیٹی ثُماں!

ثُماں کے دادسرے نے بار نے دھورے آ کے کہیا۔

ثُماں نے اپنی ءِسدھ کونیاں تھی۔واہ کے کہندی۔

بیٹی ثُماں! کے بات سے بیٹی تیں بولدی کیوں نھی؟ ثُماں کے دادسرے نے بھیتر آ کے ثُماں کے سر پے ہاتھ دھردے ہوئے کہیا۔اُس نے ثُماں کے سر پے ہاتھ دھردے ءِ بیرا پٹ گیا۔اک ثُماں کے تاپ چڑھ رہیا سے۔

رے گاموں!

کے ہو رھیا سے چھوری کے یوہ تو جماں ءِ بے سُدھ پڑی سے۔ارے واہ بڑے چودھری کی دوہتی شہر سے آرھی سے۔سناں ساں واہ ڈاکٹر سے۔تیں بھاج کے اُس نے بلا لیا۔ ثُماں کے دادسرے نے گاموں تے کہیا۔

گام کی دوسری ءِگلی میں بڑے چودھری کا گھر تھا۔مڑی ہان میں گاموں اُس ڈاکٹرنی نے لے کے آ گیا۔اُس کے آندے ءِثُماں کی ساسو اُس نے لے کے بھیتر آ گی۔ثُماں کا دادسرا پھیر آنگن میں جا بیٹھیا۔

ڈاکٹرنی نے آندے ءِثُماں کی ناڑی دیکھی اَر ہنس کے ثُماں کی ساسو تے بولی۔

مبارک ہو! تیری بہو نے دِن چڑھ رے سیں۔

□

کرنی کا پھل

سارا ءِگام ٹھُلے دار کے نوھرے آگے جُڑیا کھڑیا تھا۔گام کے بڑے بُڈھے تو کھاٹ اَر کرسیاں پے بیٹھے تھے۔اَر گھنٹکھرے ءِلوگ اُن کے پچھے کھڑے۔ٹھلے دار اَر تھنید ار کی بات سنن لاگ رہے تھے۔ٹھُلے دار کے دھورے ءِگورے کا تھنید ار دو سپاہیاں گیل بیٹھا ''دھولُو'' کی چان چک موت نے قتل بھتاندے ہوئے کہہ رھیا تھا۔

''ٹھُلے دار''

''نیوئیں کیو کر نر دوس مان لیاں اس نے''

''میں مانوں سوں مرنیئے کی موت سر پے کھوٹا لاگن تے ءِ ہوئی سے''

''پوسٹ مارٹم کی رپوٹ بھی یوہ ءِ کہہ رہی سے پر۔۔۔۔''

''اِس بات کی کے سیادھی سے اک واءِ کھوٹے پے آپے گر یا تھا''

تھنید ار نے ٹھُلے دار کی آنکھیاں میں جھانکدے ہوئے کہیا۔

''مر یار! اس کی بی تو کوئے سیادھی کونیاں۔اک وا کسے نے ماریا ءِ سے تیں جس کا ناں لے رھیا سے وا مرنیئے کا سگا بھائی سے۔کوئے بیری تو سے ءِناں''

تھنید ار نے کرمے کی اوڑ کٹائی۔

''یوہ بی تو ہو سکے سے کوئے لڑائی جھگڑا ہو یا ہو۔کیبر ا مرنیئے تے دھکا دے کے ءِ کھوٹے پے گیر یا گیا ہو''

تھنید ار نے اپنی بات بڑی کرن کا چارا کر یا۔

بات یوہ تھی۔آج تے تین دن پہلاں تڑکے ءآٹھ نو بجیاں کے اورے دھورے چان چک ءدھولُو کے گھر میں رونا پیٹنا ماچ گیا تھا۔رولا سندے ءگام کے لوگ باگ دھولُو کے گھر پہنچے تو کے دیکھیں سیں گھر کے آنگن میں دھولُو کی سرپاٹی لھاس پڑی سے۔اُس کی گھرآلی کا کہنا تھا۔دھولُو گھر کے آنگن میں اپنے پوت اَر بھائی گیل کھاٹ پے بیٹھیا چاء پین لاگ رہیا تھا۔چاء پی کے وا گھر تے بارھ جان نیں اُٹھ کے چالیا، تلے کُھٹا گڈ رھیا تھا۔کُھٹے پے لاگدے ءسِر پاٹ گیا۔ منے اَر کرمے نے ٹھا کے کھاٹ پے لٹایا کرماتو جدءڈاکٹر نیں بلان بھاج لیا۔پر دھولُو کی آئی سِر پے ءکھڑی تھی۔مڑی ہان میں ءوا اللہ نے پیارا ہولیا۔ڈاکٹر نیں بی آندے ءاس کے مرن کی سیادھی دیدی تو اُس کی گھرآلی نے رونا پیٹنا گیر دیا۔گام کے ٹھُلے دار نے ساری بات سن سمجھ کے تھانے بیرا بھیج دیا۔مڑی ہان میں تھنید ار آگیا تھا۔اُس نے آندے ءلھاس دیکھی۔دھولُو کی بہو اَر بھائی تے پوچھ پرچھیت کر کے لھاس پوسٹ مارٹم نے بھیج دی۔اَر پھیر آن کا کہہ کے اُلٹا بگ گیا۔

پوسٹ مارٹم ہویاں پاچھے اُسے دن سانجھ نے میت دفنا دی تھی۔آج دھولُو کا تیہ ہویا تھا سانجھ تے مڑی ءہان پہلاں تھنید ار آیا۔تو ٹھُلے دار گام کے بڈے بوڈھیاں گیل اُس کی باٹ میں بیٹھیا تھا۔

''تھنید ار ساب! یوہ سارا گام بھی تو کے کہہ رہیا سے۔تیں مھاری تو سندا ءناں۔ دونوں بھائیاں میں کدے اسی بات نھی ہوئی جو جھگڑے کا کارن بندی''۔

''کرما فوج میں نوکر سے اَر گھناءِ سلجھیا ہویا مانس سے''

''یوہ اِسا کرءِ نھی سکدا''

ٹھُلے دار بھی گام کا ٹھُلے دار تھا۔وا کیاں نیں دبے تھا۔

''دونوں بھائیاں میں گھناءِ پیار تھا''

تھنید ار چپ رھیا تو ٹھُلے دار پھیر بولیا۔

''ایک ءِسال ہویا

ہوگا جد مرنیے نیں اپنے بھائی کا نیارا گھر چنوا کے اپنے ہاتھاں تے اُس کا بیاہ رچیا تھا۔بیاہ کے تھوڑے ءِدناں پاچھے باپ کے بسوے میں تے آدھا دیکے نیارا کر دیا تھا''

''پھر کیاں کارا سارہ گیا تھا۔پھیر وا کیوں اپنے بھائی نیں مارے تھا''

ٹھُلے دار نے اپنی بات چالدی راکھی۔

''دھولُو کی گھرآلی اور اس کا پوت بھی تو اُت ءِ تھے۔تھم نے اُن تے بھی پوچھ پرچھیت کری سے۔گام کے لوگاں تے بھی پوچھ لیو''

ٹھُلے دار چپ ہویا تو گام کا ایک بوڈھا مانس بول پڑیا۔

''تاؤ!''

''دھولُو کا پوت کاکا تو اِیب بی اڑے ءِبیٹھیا سے''

پاچھے کھڑے لوگاں میں تے کسے نیں بھتایا تو ٹھُلے دار بولیا۔

''ہاں۔۔۔۔اُس تے بھی پوچھ لیو''

''تھم جیو کر چاہوا پنا بھیتر بھر لیو''

ٹھُلے دار نے کھلی چھٹی دیندے ہوئے پھیر کہیا تو تھنید ار سر ہلاندے ہوئے بولیا۔

''اپنا بھیتر تو ہم بھراں ءِگے''

''تڑکے نیں یوہ رَولا مھارے گل گھل گیا۔تو کون آگے آوے گا''

''ہم کدروکاں ساں۔تھم تسلی کر لیو اپنی''۔

ٹھُلے دار تھنید ار کے کاندھے پے ہاتھ دھر کے بولیا۔

''ہم تو نیوں کہہ رے ساں''

''جد مرنیئے کی گھرءآلی اَر اُس کا پوت کسے کا ناں نھی لیندے۔گام آلے بھی کرمے کے نردوس ہون کی سیادھی دیںھ سیں تو تھم کیوں اُس کا نان لیئو سو''۔

''کیوں بھائیو؟''

''ٹھُلے دار نے گام آلیاں تے پوچھیا۔

''کرمانردوس سے، کرماا سا کام نھی کرسکد ادھولُو کی نیوئیں لکھی تھی''۔

''گام کیاں تے، تو پوچھن کی دیر تھی۔ سارے ءِ پاٹ کے پڑے ٹھیک سے ٹھیک سے''۔

تھنید اررولا ماچدے دیکھ کے بولیا

''ٹھیک سے ٹھلے دار''

''ٹھم ءِ نھی چاہندے۔ تو میرے کے پھیاری سے؟ میں کیوں کسے نردوس نے پھنساؤں گا؟''۔

''مرنیئے کے پوت کا اَرگام کے دو چار مانساں کا بیان لکھوا دیو۔ میں اِس راسّے کا اُرے ءِ انت کردیوں گا''۔

تھنید ار ہاری ماندے ہوئے بولیا۔

ٹھلے دار تو چاہوے ءِ نیوں تھا۔ تُرت ءِ ہامی بھردے ہوئے بولیا۔

''جیو کرتھاری چاہنا۔ لکھ لیو''۔

بیان لیاں پاچھے تھنید ار جان نیں اُٹھیا تو سارے ءِ مانس کھڑے ہو لئے اُن کے جاندے ءِ گام کے لوگ بھی اپنے گھراں نے چال پڑے تو ٹھلے دار نیں ''کاکے'' کے سر پے ہاتھ پھیر کے کہیا۔

''اللہ کی کرنی بیٹا''

''مانس کے بس میں سے ءِ کے''

''کاکا'' آنکھاں میں آنجو بھرے گھر کانی چالیا تو ٹھلے دار بارنے لگ اُس کے گیل آیا۔ بارنے آگے اُس نے چھوڑ کے وا بھی اپنے گھر بگ گیا۔ ''کاکا'' گھراں آیا تو سانجھ اُترن لاگ لی تھی۔ آنگن میں اُس کی ماں دھورے اِبے لگ گام کی کچھ لگائی بیٹھی تھیں۔ واہ چُپ چپالا آکے کمرے میں پڑی کھاٹ پے پڑ گیا۔

کاکا تھا تو بالک ءِ پر اتنا بالک بھی کونیاں تھا۔ آٹھویں میں پڑھے تھا۔ آچھی بھونڈی

بات نے سمجھے تھا۔ پر آج اُس نے تین دن ہو لئے۔ سوچاں کے جنگل میں ڈاڈ میلے کھاندے نیں۔ اِب ءِ لگ اُس نے دو باتاں کا بھیت نھی پایا تھا۔ تین دن تے دونوں ءِ بات اُس کے بھیتر کِسے بچھو کی ڈھال ڈنک مارن لاگ رہی تھی۔

''ماں نے یوہ کے کری' اس نے اپنے آپ تے پوچھیا۔

''جد ماں اَر میں کمرے تے بارہ آئے تھے تو باپو اَر چاچا ہاتھا پائی ہوئے ءِ تھے۔ مھارے سامنے ءِ چاچے نے باپو تے دھکا دیا تھا۔ دھکا دین تے ءِ باپو کا سر کھوٹے پے جا کے لاگیا تھا۔ پھیر میری ماں نے پلس تے کیوں نھی بتایا۔ میرے تے باپو کی سوں کیوں دیئی۔ ناں آپے کچھ کہیا ناں میں ءِ بولن دیا''۔

اس کے بھیتر سوچاں کا جال لامبا ءِ ہوندا گیا۔

''باپو کی چاچے گیل لڑائی کیاں پے ہوئی''۔

باپو تو گھنا ءِ بھلا مانس تھا۔ چاچا فوج میں بگ جے تھا۔ تو باپو چاچی کا کتنا دھیان راکھے تھا۔ اُن کے گھر کا اَرکھیتاں کا کام کاج میرا باپو ءِ کر دیا کرے تھا چاچی گھر میں ایکلی ہوتھی۔ تو آدھی رات اُٹھ کے چاچی کا بیرا کرن جاوے تھا۔ کدے تو لی تو کدے تڑکے ءِ بوھڑے تھا۔ مرن تے پہلڑی رات نیں تو باپو سویا بھی اُن کے ءِ تھا۔ چاچا کرمارات نے گھراں آیا تھا۔

تین نیوں کیوں پڑیا سے بیٹا''۔

ابے وا سوچن ءِ لاگ رہیا تھا۔ جد اُس کی ماں نی ءِ بھیتر آکے اُس کے سر پے ہاتھ دھر دے ہوئے پوچھیا۔

''کچھ نھی ماں نیوئیں''۔

ماں تا کا ہاتھ سر پے آیا تو اُس کی آنکھیں میں آنجو آگے۔

''ماں! میں کچھ سوچ رہیا تھا''۔

کے سوچے تھا بیٹا۔ اِب سوچن تے کے بنے تھا۔ اِب تو تیں آپے نیں جوڑ کے راکھ۔ سب کے تنے ءِ سانجھنا سے۔ تیرے سوا اور کون سے میرا''۔

''ٹھیک سے ماں''

میں کچھ پوچھنا چاہوں سوں''

کاکے نیں کھاٹ پے اُٹھ کے نے بیٹھدے ہوئے کہیا۔

''پوچھ بیٹا۔۔۔۔کے بات سے؟''

اُس کی ماں اُس کے دھورے ءِ کھاٹ پے بیٹھدے ہوئے بولی۔ چاچے نیں میرا باپو کیوں ماریا۔ بابو تے چاچے نیں مھارے آگے ءِ تو دھکا دیا تھا''۔

''ناں تو تنے ءِ پلس تے کچھ بھتایا۔ ناں میں ءِ بولن دیا''

''یوہ کے کری ماں تنے؟ کے کری؟''

کاکے نے روندے ہوئے اپنی ماں تے وینھ بات پوچھ ءِ لیئی جو تین دناں تے اُس نے ڈسن لاگ رہی تھی۔ جن کا اُس نے کیوکرے بھیت ءِ نھی پا رھیا تھا۔

''ہاں۔۔۔۔بیٹا''

اُس کی ماں ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

''تیرے پاپو گیل نیوئیں ہونی تھی۔ کرنی کا پھل تو اُس نے ملنا ءِ تھا'' اُس نے تو مرنا ءِ تھا۔ جے نیوں ناں مرداتو۔۔۔۔۔''

''تو۔۔۔۔۔کے ماں''

نیوں پوچھ کے کاکے نے اپنی ماں کانی دیکھیا تو اُس نے نیوں لاگیا جنوں اُس کی آنکھیاں تے آگ برسن لاگ رہی ہو۔

''تو۔۔۔تو مَیں اُس نے ماردیوں ہا''

□

بچن

تڑکے ءِ تھے اُس کا جی اورسا ہو رھیا تھا۔ پھیر بھی وا اپنی ماں کے کہن تھے۔ گلگلے تارن چُلھانی میں آ بیٹھی تھی۔ سامن اِبے برس کے ءِ تھمیا تھا۔ گام کے سارے گھراں میں گلگلے پوڑے اُترن لاگ رھے تھے۔

''اے رانی''

وا اُدک کے پڑی۔ اِبے اُس نے دو چار ءِ گلگلے تارے تھے۔ جد رجّو نے آ کے اُس کے کان میں رُکّا ماریا۔

''اے بولّی تو ناں ہو رھی سے۔ اِبے میرا ہاتھ جل جے ہا۔ دیکھدی نھی میں گلگلے تارن لاگ رھی سوں''۔ اُس نے کہیا۔

''اے میں تو بولّی ناں ہو رھی۔ یوہ سامن ءِ کے بولا ہو رھیا سے تیں اُرے چولھے آگے تپن لاگ رھی سے۔ بارھ آ کے دیکھ اَمبر پے کالے کالے بادل کیوکر ایک دوسرے کے گنپھی گھالدے پھریں سیں۔ ایک میں ءِ کے سوں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی بال نے گام کی ساری ءِ چھوری بولی کر راکھی سیں، رجّو کسے پُرانی لُگائی کی ڈھال ہاتھ نچا کے بولی۔

''تیں کھڑی ءِ رہوے گی اُرے۔ اک بیٹھے گی بھی، لے گلگلے کھالے''۔ اُس نے ان سنی کردے ہوئے کہیا۔

''بوبو''

''گلگلے تو مھارے بھی اُترے سیں۔ میں تو تنے لین آئی سوں'' رجّو بولی۔

تیرا بس چالے تیں تو منے گھر میں ٹکن ءِ ناں دے تھم جا مڑی ہان۔ میں گلگلے ماں نے دے دیوں، رانی نے کہیا۔

بھیتر سے رانی نیوں کہندی ہوئی گلگلیاں کی پالڑی ٹھا کے کمرے میں آئی تو رجّو بھی اُس کے گیل بھیتر آ گی۔

''تائی سلام۔ میں رانی نے لین آئی سوں۔ ہم جھولن جاں ساں''

''اچھا بیٹی لے جا''

ماں جنوں گھر تھے کا ڈھن نے ءِ بیٹھی تھی۔

''چال اے ساری چھوری بارھ کھڑی سیں تیری باٹ میں''

رجّو نے اُس کی بانہہ پکڑ کے بارھ نے کھینچیا۔ پالڑی ماں کے آگے دَھر کے اُس نے دو گلگلے ٹھائے۔ ار رجّو گیل بارھ آ گی۔ گلی میں اُس کے ہان کی گھنی ءِ چھوری اپنی اپنی راس پاٹڑی ٹھائے کھڑی تھی۔

''آ گی رانی؟ رنڈ واس تھے بارھ؟ ایک چھوری نے کہیا۔

''یوہ کون سے اے کوئے نئی چڑیا دکھے سے'' رانی بولی۔

''یوہ میرے مامے کی چھوری سے'' رجّو نے بھتایا۔

''آج ءِ آئی سے''؟ رانی نے بوجھیا۔

''اے تیں چال نے آگے نیں۔ تنے تو جھولنا نھی مھارا بھی کیوں دن کھووے سے''، رجّو جھڑک کے بولی۔

وینھ ساری بات کردی ہوئی گام تھے بارھ آ گی۔ گام کا نی آن آلی راھی تھے تھوڑا سا ہٹ کے وینھ پیپل کھڑے تھے۔ جٹھے وینھ جھولیا کریں تھی۔ آندے ءِ اُن نے اپنی اپنی جھول گھالی ار جھولن لاگ گی۔ وا بھی مڑی ہان دھنو کی جھول پے جھول کے اُتر یائی۔

''بو بوٗ'' میں تو بیٹھوں سوں نیوں نے جا کے، اُس نے رجّو تھے کہیا۔ واہ کھیت کے ڈیولے پے بیٹھی ءِ تھی کوئے کوئے بوند پڑن لاگ گی۔ اُت بیٹھ کے اُس نے سیاٗ ھی دیکھیا گام

کانی آن آلی راھی کے دھورے کنوواں تھا۔ اُس نے دیکھیا ایک چھوری پانی بھرن لاگ رھی تھی۔ نیوں نے دیکھدے ءِ اُس کے بھیتر کے ٹوٹن لاگ گیا۔ ناں چاہندے ہوئے آج پھیر اُس کی آنکھیاں میں آہنجو آ گے۔

یوہ ءِ سمو تھی جد اُس گا بھرو نے اِسے کنووے پے آ کے اُس تے پانی مانگیا تھا۔ اس تھے آچھا تو واناں ءِ ملدا۔ اُس نے سوچیا۔ اُس نے دیکھ کے تو اُسے کی ءِ ہو کے رہ گی تھی۔

''واتھا بھی اِساءِ'' اُس نے اپنے آپ تھے کہیا۔

''اُس برگا تو مھارے گام میں ایک بھی کونیاں تھا''۔

پانی پیاں پاچھے۔ اُس نے کے کہیا تھا۔ اُس نے یاد کریا۔

اُس نے کہیا تھا۔ میرا نام نھی بوجھے گی۔

میں ناٹ گی تو وہ ہنس پڑیا تھا۔ پھیر آپ ءِ بولیا۔

میرا نام سلیم سے میں ساہیوال سے آیا سوں۔ رانی نے یاد آیا۔

جدوا تیرے سے ملیا تھا تو اُس نے کہیا تھا۔

اِب کے میں اپنی ماں نے تھارے گھر لے کے آوں گا، تیرا ساک لین کھاتر۔

اُس کی بُووا کا گھر تھا گام میں۔ تھی تو دور پرے کی پر اُسے کے گھر وا آیا جایا کرے تھا۔ یوہ بات بھی تو اُس نے ءِ بھتائی تھی اک اُس کی ماں اپنی باہن کی بیٹی گیل اُس کا بیاہ کرنا چاہوے سے۔ تیں بھروسہ راکھیے میں جیو کر تیو کر اپنی ماں نے منا ءِ لیوں گا۔ اُسے نے دھیر بندھان نے کہیا تھا۔ میری ماں تو لی سی مانے تو کونیاں۔ پھیر بھی تیں آس ناں توڑیئے۔ میں مر تو جاں گا۔ پر بچن نھی ہاروں گا''۔

تین سال ہاں تین ءِ سال ہو لئے اِن باتاں نے کئی مہینے باٹ دیکھ کے اُس نے رجّو بھیجی تھی اُس کی بوا کے گھر۔ رجّو نے بات باتاں میں اُس کی بوا تھے بوجھیا تو اُس نے بھی نیوں ءِ کہیا۔ اک اُس کی ماں اپنی باہن کی چھوری لیان نے کہوے تھی۔ اِیب بیراناں۔ مھارا تو اُن کے آناں جاناں کونیاں ہویا۔ اِیب لگ تو اُس کا بیاہ ہو ءِ لیا ہو گا۔

رانی نے پھیر بھی آس نھی چھوڑی تھی۔ ساک تو اُس کے بھی کئی آئے تھے۔ پر اُس نے اپنی ماں تے کہہ دیا تھا۔ جدلگ رجّو کا بیاہ نھی ہولے گا میں بیاہ کے سگائی بھی نھی کراؤں گی۔ باپ نے مرے تو کئی سال ہو لئے تھے۔ گھر میں ایک ماں تھی۔ ایک بھائی تھا، اُسے ءِ نے کھیت کیار سانبھ راکھے تھے۔ بھائی تھا تو بڑا پر وا بھی نیوں ءِ چاہوے تھا اک باہن کا بیاہ پہلاں ہو جے۔ نیوں تو وا ایکلی تھی۔ ماں کی اَر بھائی کی لاڈلی تھی۔ دونوں اُس کی بات سن کے چپ ہو جیں تھے۔

اُس بیری نے تو کیاں ءِ جو گا نھی چھوڑ دیا تھا۔

پیلی سیں ری چوڑی لنڈی ناں پہروں
پیلی سے راجہ جی کی پاگ بلم جی کی پاگ

رانی کے کان پہ ایک موٹی سے بوند آ کے لاگی۔ اُس کا کچھ دھیان ان سوچاں تھے ہٹیا تو اُس کے کان میں چھوریاں کے گیت کے بول پڑے۔ ہاہ اس نے ٹھنڈا سانس بھریا۔ نیون کد لگ باٹ تکے گی۔ کدلگ گھر کے اُس کی بات راکھیں گے۔ گھر کیاں نے کے بیرا۔ اُس کے من پے کے بیت رھی سے۔ وا پھیر سوچاں میں ڈوب گی تھی۔ ایب تو رجّو کی سگائی بھی ہولی۔ اُس نے ایک لیکڑے تھے دھرتی کریلدے ہوئے سوچیا۔ دو مھینیاں پاچھے اُس کا بیاہ ہو جے گا۔ جد تو گھر کے نیوں جانیں تھے۔ اک رجّو گیل اُس نے گھناءِ پیار سے اَر وا اُس نے چھوڑ کے نھی جاناں چاہندی۔ ایک بر تو اُس کے جی میں آئی تھی۔ جد اُس نے ءِ اپنے بچن کا بھرم نھی راکھیا تو وا کیوں بندھی پھرے سے۔ پھر اُس نے سوچیا رے جیوڑا کے بیرا کسے دن کا؟ بچن ہاری بھی کیوں ہووے۔ واءِ جھوٹھا ہویا سے۔ میں تو اپنے بچن پے کھڑی سُوں۔ پر ایب کے بھائی نے گھر میں بات کری تو ایب کے کے کہوں گی۔ اُس نے سوچیا۔

وا تو اپنی سوچوں میں اتنی ڈوب رہی تھی۔ اُس نے بیراءِ نھی لاگیا رجّو کد اُس کے دھورے آئی۔ اس نے تو جد سودھی آئی جد اُس کی کڑ پے، رجّو کا دھمو کا پڑ لیا۔

''کے ہو رھیا سے اے'' اُس نے لال پیلی ہو کے کہیا۔

''اے نیوں نے دیکھ۔ کون آ رھیا سے''

اِبے اُس نے آنکھ ٹھا کے نیوں نے دیکھیا بھی نھی تھا۔ جد اُس □ نے سنیا۔

''ماں! یوہ سے تیری بہو''

رجّو اُس نے پکڑ دی ءِ رہ گی۔ وا تو اتنا سُنڈے ءِ اٹھ گھر کا نی بھاج لی تھی۔

پھول

چار دن ہو لیئے تھے منے باپ کے آئی نیں بھائی کا بیاہ آ رھیا تھا۔ بیاہ کی تیاری کرنی تھی کپڑے لتے ٹوم چھلا۔ بری بریوا سب کیمے تو تیار کرنا تھا اَر بجار جانا پڑے تھا۔ کدے بھائی گیل کدے بابو گیل۔ کدے سہلیاں گیل بگ جون تھی۔ آج تڑ کے ءِ میں اپنی سہیلیاں گیل بجار جا رھی تھی۔ دوپہر ہون آئی تو ہم کپڑے لتیاں تے لدے پھندے گھر آئے تھے۔

''ہا''

''اتنے سارے خربوجے''

''سلمی نے ہا کردے ہوئے کہیا''

''ثوبیہ کٹھے تے آئے سیں اے؟

''مھارے ءِ کھیتاں کے ہوں گے''

''منے ہنسدے ہوئے کہہ تو دیا پر میرے من میں جنوں کوئے کانڈا سا چبھ گیا تھا۔

''آ گی باہن؟

''بھائی سلیم نے برانڈے میں آندے ہوئے پوچھیا''

''اور کے، تنے دیکھدا کونی؟

منے منہ ہانگا کردے ہوئے کہیا تو میری سہیلی ہنسن لاگ گی۔

''لڑے کیوں سے بلی''

''ایک بھائی کا بیاہ کرن میں ءِ تنگ ہو گی''

دو چار ہوندے تو کے کراں ہاں؟

''میرا تو ایک ءِ بھائی دساں کے برابر سے''

بھائی ہنسدا ہو یا بارھ نے چال پڑیا۔

مڑی سی ہان میں پانی پات پی کے سلمی ہور بھی اپنے گھراں نیں بگ گی۔

میں اپنے کمرے میں آ کے کپڑے لتے سنبھال کے دھڑ سے بیڈ پے پڑ گی۔

''بیٹا کھربوجے آ گے سیں کھاوے تو''

باپو نے بھیتر آندے ہوئے کہا۔

''ناں باپو اس دن آلے ءِ بھتیرے ہو گے تھے منے''

منے کہیا تو باپو بھی ہنسدے ہوئے بارہ نے بگ گیا۔

باپو کے جاندے ءِ ایکبر پھیر من میں چھین آلے کانڈے نے اپنا بیرا دیا۔

منے بیرا ءِ نھی لاگیا کہ بیتی یادان نین گھیرا دیا۔ جد لگ تو میرا بیاہ بھی کو نیاں ہویا تھا۔
میں بارہویں میں پڑھیا کروں تھی۔ میری ماں نین مری نیں دو سال ہو لیئے تھے۔ گھر میں ہم چار جی تھے۔ باپو، بھائی سلیم ار میری باہن گڈو۔ ماں کے مریاں پاچھے گڈو بھی بیمار رہن لاگی تھی۔ بھتیری دوا دارو کری پر اس کی بیماری کٹن میں ءِ ناتھی۔ منے بھی اپنی ماں کا گھناءِ دکھ تھا۔ آئی جمعرات میں اپنی ماں کی قبر پے پھول چڑھان ار دیوا بالن جایا کروں تھی۔ اِس دن بھی جمعرات تھی جس دن مھارے کھیتاں میں سے کھربوجے آئے تھے۔ منے ایک کھربوجا کھایا تو میٹھا لاگیا میرا جی کریا تو منے ایک اور کھا لیا۔ گرمیاں کے دن تھے۔ دن ڈھلیا تو میں باپو کی کار میں ڈرائیور نے لے کے چال پڑی۔ ڈرائیور تو قبرستان کے بارنے دھورے کار کھڑی کر کے کار میں رہ گیا ار میں پھول اگربتی لے کہ اپنی ماں کی قبر پے آ گی۔ سورج سارا دن تپدا رھیا تھا۔ دن ڈھلن تو لاگ لیا تھا پر گرمی ار لُو میں کوئے کمی نھیں آئی تھی۔ تس منے اتنی لاگ رہی تھی جنوں کو واں پانی کا پی لیوں۔ جیبھ سوکی پڑی تھی۔ قبر پہ آ کے منے اپنی ماں کی قبر پے پھول گیرے۔ تھوڑی ءِ دور میرے ءِ جوڑ ایک چھورا ایک قبر کے دھورے کھڑیا دعا مانگن لاگ رہیا تھا۔ منے اگربتی بال کے قبر پے لائی

اگربتی لا کے میں سیدھی ہون لاگی تو چان چک میرے پیٹ میں بٹ پڑ□کے درد اٹھیا۔ میں اوئی آئے کر دی پیٹ پکڑ کے اُتے بیٹھ گی۔ بیٹھدے ءِ میرے تین چار اُلٹی لاگی ار میں بے سدھ ہو کے اُتے پڑ گی۔ منے بس اتناءِ بیرا لاگیا جنوں کوئے بھاجدا ہویا میرے دھورے آیا ہو۔ سودھی آئی تو لاگیا جنوں میرے منہ میں پانی کا چھینٹا دیا ہو۔ منے آنکھ کھولی تو واہے چھورا میرے دھورے بیٹھیا میرا کاندھا ہلان لاگ رھیا سے۔

''کے ہو گیا تیرے؟

میں جیو کر تیو کر اُٹھ کے بیٹھی تو اُس نے بوجھیا!

''کون سے تیں؟ یوہ کس کی قبر سے؟''

اس نے میری ماں کی قبر کانی ہاتھ کر دے ہوئے پوچھیا۔

''میری ماں کی قبر سے''

''نیوں نے میری کار کھڑی سے منے نیوں نے لے چال

منے اس کی بات کا ادھورا جواب دیندے ہوئے کہیا۔

اُس نے اُٹھ کے میرا ہاتھ پکڑیا تو میں سہارا لے کے کھڑی ہو گی۔ ار ا لگے اگلے قبرستان کے بارنے کا کانی چال پڑی ڈرائیور نے دور تے دیکھیا تو بھاج کے بارنے کانی آیا۔

''کے ہویا! بی بی جی کے ہویا؟''

''کچھ نھی منے گھراں لے چال''

منے اس کی بات ان سنی کر دے ہوئے کہیا

اس نے کار کا پچھلا بارناں کھولیا تو میں سیٹ پے گر گئی۔ اس نے بارناں بند کریا ار کار لے کر چال پڑیا۔ کار چالی تو واہ چھورا کھڑیا ءِ میرے کانی دیکھن لاگ رہیا تھا، گھر پہنچی تو جدءِ باپو نے ڈاکٹر بلا لیا۔ اِسنے بتایا اس کے ہیضہ ہو ریا سے۔ جدء، اس نے ڈرپ لا دی دوائی دیئی تو کچھ چین آیا۔ ڈاکٹر کے جایا پیچھے باپو منے جھڑکن لاگ گیا۔

''پندرہ دن رہ رے سیں تیرے بیاہ میں''

''تیں اس گرمی میں قبرستان گئی ءِ کیوں تھی''

''باپو منے کے بیرا تھانیوں ہو جے گا''

''منے تو سوچیا تھا کے بیرا پھیر جانا ہو نہ ہو''

بیرا ناں وا کون تھا۔ اللہ اس کا بھلا کرے۔ باپو جھڑک جھڑ کا بارہ گیا تو منے سوچیا۔ بیاہ لگ تو میں ٹھیک ٹھاک ہو گی تھی۔ میرے بیاہ کے دناں مین تو گڈو کی طبیعت بھی ٹھیک تھی۔ میرا بیاہ ہو یاں پاچھے تو دوءِ دن جیئی وا۔ اُس نے مل کے بدا ہوئی تھی۔ پھیر تو مری کا ءِ منہہ دیکھیا تھا۔ اُٹھ رے جیوڑا۔ نیون پڑن تے کے ہو سے۔ لتے ٹانگنے سیں۔ کسے نین بلاوے گی، کسے نین کھووے گی تو کام ہو گا۔ تڑکے پھیر جمعرات سے قبرستان بھی جانا سے گھنے ءِ دن ہو گے ماں کی اَر باہن کی قبراں پہ گئے۔ جد تو اپنا گھر اپنی بات تھی جد جی کرے تھا بگ جون تھی۔ اِیب سسرال سے کسِ پے آیا جاوے تھا۔

آج تڑکے ءِ تے پڑوس کی چھوری بری کے لتے ٹانگن لاگ رہی تھی۔ منے بھائی گیل جانا تھا تو م گھڑنی دینی تھی سُنار کے تے ہو کے ہم گھراں آئے روٹی ہانڈی کر دی نے دن ڈھل لیا۔

آج تڑکے منے باپو تے بتاءِ دیا تھا اک میں قبرستان جاؤں گی۔ ڈرائیور کار لے آیا اَر منے قبرستان لے گیا، قبرستان کے بارنے آگے کار روک کے ڈرائیور بولیا۔

''بی بی جی میں چالوں گیل''

''میں ہنس پڑی''

''کے آج بھی میرے ہیضہ ہو جے گا''

''تیں اڑے ءِ رُک میں اِبے آئی''

میں اس نے روک کے پھول اگر بتی ٹھا کے قبرستان کے بھیتر نے چال پڑی۔ اپنی ماں کی قبر کے تھوڑی دور تھی جد منے دیکھیا کوئے میری ماں کی قبر کے برابر آلی قبر پے پھول گیرن لاگے رہیا تھا۔ منے یاد آیا یوہ تو میری باہن کی قبر تھی۔ میں تولی تولی اس کے دھورے سے پہنچی تو اس نے پلٹ کے میرے کانی دیکھیا آنکھ پاڑے دیکھدا رہ گیا۔

''تیں'' اس کے منہ تے دبا ہویا بول لکڑیا!

اس نے دیکھ کے سُن تو میں بھی ہو گی تھی، یوہ اے چھورا تھا

''کون سے تیں؟'' اَر میری باہن کی قبر پے پھول کیوں گیرے سے''

منے انجان بن دے ہوئے پوچھیا

''تیری باہن کی قبر''

''پر میں تو''

کے میں تو؟

منے جھڑک کے پوچھیا!

''میں تو تیری قبر پے پھول گیر رہیا تھا''

لہو

منے تین گھنٹے ہو لئے تھل میں چالدے نیں جد منے نیوں لاگیا جنوں میرا اُونٹ آپے آگے جانیئے اونٹ کی پیڑاں پے پاں دھر دا چال رہیا سے۔

''آچھی ءبات سے''

منے سوچیا ''میں بھی تو ان ءپیڑاں نے دیکھدا جا رہیا تھا''

''ایک بر واہ میرے سامنے آجے۔ دوسرا سانس تو کیاں نے لے لے گا''

منے سوہتی ءاپنی بندوق کاندھے پے سنبھالدے ہوئے سوچیا

''میرے باپ نے مار کے واہ تو کیاں نے جی لے گا'' اَر اِب تو وااُوں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس کے لہومُنہ لاگ لیا سے۔ واہ اور کسے کی جان بھی لے سکے تے۔

مھارے تو سپنے میں بھی کونی تھا کہ ایک دن نیوں کرے گا۔ سانجھے تو منڈی میں کنک تار کے باپو کے گیل گھراں آیا تھا۔ اس پے تو منے بوجھ بھی کم دلا دیا تھا۔ حکم نے اور لادن نے کہیا جد بھی منے اس پے گھنا بوجھ نھی گیر یا تھا۔ اَر اس کی اوڑ کٹا ندے ہوئے کہیا تھا۔ اک یوہ اتناء بوجھ ٹھا سکے ہے۔

سانجھ نے گھر آ کیو کر میرے کاندھے گیل اپنہ منہ رگڑ رگڑ کے پیار جتاوے تھا۔ جاڈیاں کی سموتھی۔ نھی تو نیویں جاناں ہاں اک گرمی سے پاگل ہو گیا ہوگا۔ پھیر رات ءرات میں اِسا کے ہو یا۔ رات مھارے سون لگ تو سب کے ٹھیک ٹھاک تھا۔ ڈھارے میں چاروں ء اونٹ ٹھیک بندھ رہے تھے۔ سب کے ٹھیک ءٹھیک تھا۔ آدھی رات کے اورے دھورے میری

آنکھ کھلی تو منے نیوں لاگیا جنوں کسے نیں چیخ ماری ہو۔

اِب کے کروں؟

میں اِبے سوچ ءرہیا تھا جد منے اونٹ کا رولا سُنیا۔ منے سِرٹھا کے بابو کی کھاٹ کانی دیکھیا تو بابو بی کھاٹ پے نھی تھا۔ میں ہڑ بڑا کے اُٹھیا اَر نیوں نے نیانے ویکھدا ہو یا۔ ڈھارے میں آ گیا۔ ڈھارے میں منے تین ءاونٹ بندھے لاگے۔

''چوتھا اونٹ کتھے گیا''

منے اپنے آپ تے پوچھیا

یوہ سوچدا میں اونٹاں کانی جائیَ لاگ رہیا تھا جد ٹھوکر لاگی۔ منے سنبھل کے تلے دیکھیا تو نیوں لاگیا جنوں کوئے مانس پڑیا ہو۔ منے نیچے زمین پہ بیٹھ کے دیکھیا تو باپو پڑیا تھا۔ منے دیکھدے ءچیخ ماری۔

کون سے رَے؟ کے سے؟

بابا کبیرا میرے پاچھے آن لاگ رہیا تھا۔

''باپو''

میرے پے بس اتناء کہیا گیا۔

کے ہو یا؟

بابے نے میرے دھورے بیٹھدے ہوئے پوچھیا۔

یا اللہ! یوہ تو مر گیا۔

بابے نے باپو کی چھاتی پے ہاتھ دھردے ءکہیا!

باپو نے گھرٹھا کے لیائے تو بجلی کے چاندنے میں باپو کا سر دیکھدے ءایکبر پھیر میرے منہ سے چیخ لکڑی اُس کا سر گھٹی جماءاُدھڑی پڑی تھی۔ نیوں دیکھن لاگ رہیا تھا اک پاچھے تے کسے اونٹ نے گھٹی اَر سر چاب کے گیرے سیں۔

میرو!

کے ہو یا رے میرو؟

بارھ تے کسے نیں بارنے میں دھکا ماردے ہوئے پوچھیا۔

کبیرا سردار سے۔

جا بارناں کھول

بابے نیں ٹوٹدے ہوئے بول تے کہیا۔

بارناں کھولدے ءِ چاچے سردار نے بےتھیوا نسا ہوندے ہوئے پوچھیا

''باپو' میرے پے اور کے بولیا ءِ نھی جار ھیا تھا۔

کے ہو گیا تیرے باپ کے؟

میں آگے تے ہٹیا تو اُس نے بھیتر آندھے ہوئے پھیر پوچھیا۔

اُونٹ نے سر میں بُڑ کا بھر لیا نیوں لاگے سے جنوں باپو مر گیا ہو۔

منے بھتایا تو چاچا اک دھک رہ گیا۔

کے رے، کت سے وا؟

بھیتر پڑیا سے۔

میں بولیا تو چاچا بھاج کے بھیتر بڑ گیا۔ میں بھی اس کے گیل گیل ءِ تھا۔ بھیتر آ کے تو بابا بھی دکھ کی مار سہند اب سدھ ہو لیا تھا۔ منے بھاج کے سنبھالیا۔

ارے یوہ تو ساچی ءِ مر گیا۔

منے بابا ٹھا کے کھاٹ پے لٹا دیا چاچے سردارے نے دکھی ہو کے کہیا۔ بیٹا تیں اپنے بابے نیں سنبھال میں گام آلیاں نے بیرا کروں سوں جا کے۔ چاچے سردار نے نیں بارھ جاندے ہوئے کہیا تو میں بھاج کے گھر تے پانی کا کٹورا بھر لیایا۔

منے بابے کے منہ پے پانی کے چھینٹے دیئے تو اس نے آنکھ کھولدے ءِ روندے ہوئے کہیا۔ ارے کے ہو یا تیرے باپو کے؟

گام کے مانس آن لاگے تو رات کا پچھلا تارا بھی ڈوب لیا تھا۔

پہلی پاٹن لاگ لی تھی۔ دن چڑھیاں لگ گام کے سارے چھوٹے بڑے مھارے بارنے کے آگے آ لئے تھے۔ میں دوسرے ڈھارے میں آیا تو دن دھولا ہو لیا تھا۔ دن کے چاند نے میں نے دیکھیا دو اونٹ بندھ رہے سین ایک کھلیا کھڑیا سے۔ منے اچھی ڈھال دیکھیا کِسے اونٹ کے منہ پے لہو نھی تھا۔ بھوروء کا کام سے یوہ اسے نے بابو کے بُڑ کا بھریا ہوگا۔ پرواہ گیا کِت؟ اِیب لگ اس کا بیر انھی لا گیا۔ لِکڑ تو کتوڑ ءِ رات نے ءِ گیا تھا واہ۔ کِسے گام آلے نیں نے بھی نھی دیکھیا۔ میرے بھیتر بلن آلی آگ اگلے اگلے بدھ دی ءِ جا رہی تھی۔ بدلہ۔ ہاں میں بدلہ لیوں گا اُس تے۔ میرے باپ نے مار کے واہ توکیاں نے جی لے گا۔ بابو کے کفن کاٹھی کرن تے پہلاں ماروں گا میں اس نے۔ منے اپنے آپ سے کہیا۔

اِیسے گھنا دور نھی گیا ہوگا۔ اِبے ٹوھیا تو پکڑیا جے گا۔ میں بدلے گی آگ میں پھنکدا گھر آیا اور باپو کی بندوک اَر گولیاں کی پیٹی ٹھا کے بارھ آیا تو بابے نیں لپک کے میری بانہہ پکڑی۔

تیں کِت چالیا رے؟

بھورو تے بدلہ لین!

منے پھنکاردے ہوئے کہیا

ڈانگر تو ڈانگر ءِ ہو سے بیٹا۔ اُس تے کے بدلہ لے گا۔ سودھی کر تیرے باپ کی میت گھر پڑی سے۔ پہلے اُس کی کفن کاٹھی کر پھیر کچھ اور سوچیئے بابے نے سمجھاندے ہوئے کہیا۔

چال نیو نیں مانساں میں جا کے بیٹھ۔ اریوہ بندوک منے دے دے! نہیں بابا!

منے نہ رو کے آج میں تھاری بات نھی مانوں گا۔ میرے آن لگ میرے باپ کی کفن کاٹھی نہ کریو۔ میں تو لی آوں گا۔ منے بابے کا ہاتھ جھٹکدے ہوئے کہیا۔ گام کے لوگاں نے بھتیرا سمجھانا چاہیے۔ پر میں اپنی بات پے اٹل تھا۔ ہار کے وھیں بھی ہٹ گے تھے۔

میں سولا برس کا تھا جد واہ پیدا ہو یا تھا۔ آٹھ سال ہم نے کٹھے کھیل کے بتائے تھے۔ واہ منے اَر میں اُس نے جی جان تے پیار کراں تھے۔ واہ چھوٹا تھا تو میں اپنے ہاتھاں تے اُسنے کھوایا پیایا کروں گا۔ واہ میرے گیل گھنا رہے تھا۔ اُس کے پیدا ہون تے پہلاں میں اپنے بابو اَر

بابے گیل رھیا کروں تھا۔ ماں تو میرے سودھی سنبھالن تے پہلاں ءِ مالک نے پیاری ہوگی تھی۔ مھارے کھیت کیار تو تھے ءِ ناں۔ لے دے کے ایک گھر تھا جس میں ایک اوڑ نے دو کوٹھے اَر ایک اوڑ نے اونٹاں کا ڈھارا تھا۔ بیچ میں کُھلیا آنگن تھا۔ ڈھارے میں دو اونٹ ار ایک اونٹنی بندے رہیں تھے۔ میں اَر باپو اُن پے بوجھ لاد کے ڈھویا کریں تھے۔ انہیں کی کمائی پے مھارا گھر چالے تھا۔ پھیر بھورو آ گیا تھا۔ جس نے میں اپنی جان تے بھی گھنا پیار کروں تھا۔ ایک بر بابا بیمار ہو یا تو باپو اس نے بیچن چال پڑیا۔ میں باپو گیل لڑن مرن نیں ہو گیا تھا۔ ایکبر بھورو آپ بیمار ہو یا تو باپو نے اُس کا مول کر لیا تھا۔ واہ بیمار ڈانگر نیں گھر میں نھی راکھنا چاہوے تھا۔ اَر میں تھا جو اس نیں کِتے نھی جان دے تھا۔ منے بیرا تھا منے باپو اس بات پے کیو کر منایا تھا۔ اچھا ءِ تھا جے میں باپو کی بات مان لیندا۔ یوہ دن تو ناں دیکھنا پڑدا۔ آنکھ تو مھارے اُسے دن ہونی چاہیے تھی۔ جس دن کا لو گیل باپو کی لڑائی ہوئی تھی۔ بھورو نے کالو کے ہاتھ پے بُڑکا بھر لیا تھا۔

گام تے لکڑ کے منے تھل میں چالدے نیں تھوڑا ءِ سمے بیتیا تھا جد منے بھورو کے پیڑ پا گی تھی۔ بھورو تنے میں چھوڑ دانھی۔ میں اِبے سوچِءِ رہیا تھا جد منے نیوں لاگیا جنوں میرے اونٹ نے میرے تے گھنی تولی لاگے رہی ہو۔ منے بھورو کے پیڑاں کانی دیکھیا تو وینھ منے تھوڑی دور ایک ٹیکڑی کانی جاندی دکھی۔ اِبے گھنی ءِ ڈل پڑی تھی پر میرے اونٹ نے تو آپ تول پڑ رھی تھی۔ اِب تو واہ بھی جلدی جلدی ٹیکڑی کانی جان لاگ رھیا تھا۔ ٹیکڑی پہ چڈھیاں پاچھے منے گھنی ءِ ایڑھاں تے اپنا اونٹ ڈاٹیا۔ اونٹ کے ڈاٹد ے ءِ منے اورے دو ہورے دیکھیا تو بھورو منے ایک جھاڑی کے دھورے کھڑیا دیکھیا۔ واہ میری بندوک کی سیم میں تھا منے بندوک سیدھی کری اَر گولی چلا دی۔ گولی چالدے ءِ اُس نے میرے کانی دیکھیا اَرا یکدم دوسرے کانی الٹ کے گِر گیا۔ گولی اُس کے سِر میں لاگی تھی۔ اونٹ سے اُتر کے میں اس کے نیڑے ہو یا تو اُس نے پاں پسار دیئے تھے۔ منے دھورے جا کے دیکھیا۔ اس کی گِھٹی پے بھی کسے اونٹ نے بُڑکا بھر یا ہو۔ پر بھورو کے منہ پے لہو تھا اک نھی اس کا اِب کے بیرا لاگے تھا؟ اِب تو اس کا سارا منہ اس کے اپنے لہو میں ڈوب لیا تھا۔ اس کی ناڑ پے گھاؤ کیوں لاگیا؟ منے جنوں اپنے آپ نے پوچھیا۔

کیرا اُونٹاں میں لڑائی ہوئی ہوگی۔ باپو ان کی بلبلاہٹ سن کےؔ ءِ اُت گیا ہوگا۔ وا اِن نے چھڑاندا ہوگا۔ جد اس نے باپو کے سِر میں بُڑکا بھر یا ہوگا۔ اس کے منہ کے لہو جو لاگ لیا تھا۔ چلو جسی کرنی اُسی بھرنی۔ اِب تول کر کے منے گھر جانا چاہیئے۔ میں یوہ سوچِ ءِ رہیا تھا۔ جد منے نیوں لاگیا جنوں میرے دھورے اور بھی کوئے سے۔ منے دیکھیا تو میرا اونٹ بھورو کے پیٹ کے منہ لا کے سونگھن لاگ رھیا تھا۔ منے اس کی مہار پکڑ کے ایک کانی کر یا۔ اَر بٹھا کے آپ اوپر چڑھ گیا۔ میں گھر آیا تو دن ڈھل رہیا تھا۔ گام آلے میری باٹ میں تھے۔ میت تیار تھی منے باپو کا منہ دیکھ لیا تو لوگ جنازہ ٹھا کے قبرستان کانی چال پڑے۔ قبرستان تے اُلٹے آئے تو سانجھ نیڑے لاگ لی تھی۔ گھر پہنچ کے منے دھیان آیا تڑکے ءِ تے اُونٹاں نے کھایا ناں پئیا۔ میں نیار پانی کر یا کروں تھا۔ منے بالٹی پانی کی بھری اَر ڈھارے میں آ گیا۔ پہلے منے اس ءِ اونٹ کے آگے پانی دھر یا۔ جس نے میں اپنے گیل لے گیا تھا۔ اُس نے پانی پی لیا تو منے بالٹی ٹھائی۔ میں بالٹی ٹھا کے سیدھا ہو ءِ رھیا تھا منے دیکھیا اونٹ کے نچلے جباڑے پے لہو لاگ رھیا تھا اَر کچھ دھولے بال بھی لہو گیل چمٹے ہوئے تھے۔۔۔۔

ایجاد کی ماں

سادو مامی نے جد بارنے کانی دیکھیا تو دھک رہ گئی۔ دوڈینگھ آگے نیں آکے اپنے کھلے منہ پہ ہاتھ دھر کے اَر گُسے میں بولی۔

''اوہ کے ہو گیا رے تیرے کھڈے میں جاناں'' اس کا ماتھا آنگلی تے داب کے اوپر نیں کریا تو رابو نیں لال آنکھیاں تے مامی کانی دیکھیا اَر نیویں ٹکر ٹکر دیکھدے ہوئے بھیتر آکے بھیت کے لاگ کے کھڑیا تو ہو گیا پر مامی کانی گھوردا ءِ رہیا۔ واہ بھی اس کے گیل گیل آئی اور آکے سیامی کھڑی ہو گی۔

''کے ہو یا رے ؟ اللہ ماریا بولدا کیوں ناں''

''ڈانگر کِت سیں؟ سادو مامی نیں اپنی اوڈھنی تے ناک پونچھ کے اوڈھنی پیچھے نیں گیر دے ہوئے پوچھیا۔ مامی کی پیٹھ بارنے کانی تھی، مامی کی پیلی چھینٹ کی اوڈھنی میں تے چھن کے آن آلا چاندنا کمرے میں پلکائی کھنڈان لاگ رہیا تھا۔

رابو ایب ءِ بھی بڈی بڈی آنکھاں تے سادو مامی کی آنکھیاں میں جھانکن لاگ رہیا تھا۔ رابو کی عمر کوئے چودہ پندرہ برس ہو گی۔ پتلا گات پھولا منہ ماتھے پر بالاں کے گُچھے۔ اس کی ماں تو بالکپن میں ءِ مر گی تھی۔ باپ بی سدا کا ءِ بیمار تھا۔ واہ بھی اللہ نیں پیارا ہو یا تو ماما رابو نیں اپنے گھر لے آیا۔ ماما کھیتاں میں بگ جندا تو مامی اپنی چھوٹی سی چھوری گیل گھر میں ایکلی رہ جے تھی۔ گھر میں ءِ بھتیرے کام ہوں گے۔ ڈانگراں کی چرائی کا کام نیارا تھا۔ اوں تو سادو مامی رابو کے گھر میں آن تے راجی نئیں تھی پر رابو نیں گھر میں اُسکے گھر کا کام اَر ڈانگر ڈھور سانبھ لیئے تو سادو مامی نیں بھی واجیو کر تیو کر اوٹ تو لیا پر اس کا کوئے کام اس نیں کدے اچھا نہیں لاگے تھا۔ جا ہیں

تے واہ رابو نیں ماردی پیٹدی رہیا کرے تھی۔ پہلم پہل تو رابو پِٹ کے رویا بھی کرے تھا پر اِیب تو اس نے پِٹ چھِت کے رونا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اِیب تو سادو مامی مارن نیں لاکڑی ٹھاندی تو واہ ہرن کی ڈھال چوکڑی بھر کے گھر تے بارھ نیں بھاج لے تھا۔ کدے کدے تو وانھی گڈو نیں بھی لے کے آمب پے جا چڑھ جے تھا۔ جد نیوں دیکھدا امامی بات بھول گی سے۔ پھیر واہ آمب سے تلے اُتر آندا۔ کدے مامی آگے ہندا اَر کہندا اِیب نھی کروں گا مامی اِیب کے الباد کروں تو پہلے میری ٹانگ توڑ دیئے۔ اَر کان پکڑ کے ٹانگ آگے نیں کر دنیدا تو مامی بھی لاکڑی پھینک کے دو ہاتھڑ تے ءِ کام چلا لے تھی۔

ماما اَر گڈو دونو ءِ رابو تے پیار کریں تھے۔ بس ایک مامی ءِ تھی۔ ماماں گھر میں ہوندا تو مامی بھی اس کے نھی مارے تھی۔ موٹی موٹی تاتی تاتی روٹی کدے ساگ ار کدے گھیا کدو کی ترکاری گیل کھائی جاں تھی کدے کدے دڑبے کا کوئے مریل مرگا کٹ کے پک جے تھا۔ اس میں سے بھی رابو نے پسلیاں کا پنجر ءِ ملے تھا۔ کدے کدے گڈو ماں کی آنکھ بچا کے ایک آدھ بوٹی اس کی رکابی میں گیر دے تھی تو اوہنس کے چھوٹی چھوٹی بوٹی تار کے اس نے ءِ دے دے تھا اَر آپ ہڈی چوس کے ءِ راجی ہو لے تھا۔ کدے کدے اس کا جی کردا مامے تے ساری بات بتا دے پھیر سوچدا، نہیں یار ماما کے سوچے گا میں پیٹ کا ماریا سوں۔ مامے کا گھر ایک چھوٹے سے پہاڑی گام کے ایک کونے میں تھا۔ گھر کے دھورے ءِ ایک پتلی سی ندی بگے تھی جس کا پانی رنگ برنگے پاتھراں نے دھوندا چالیا کرے تھا۔ اِس دن واہ بکریاں چرا رہیا تھا اَر بکریاں کے پاچھے پاچھے چھوٹے بڑے پاتھراں پے پاں دھر داندی پار کرن لاگ رہیا تھا جد اُسنے ابراہیم چاچے کی پن چکی پے لوگاں کی بھیڑ دکھی۔

''کے ہو یا چاچے کے، اتنے لوگ؟

اِس نے اپنے آپ تے کہیا اَر چا کی کانی بھاج لیا۔ اُت جا کے اُسنے نیارا ءِ رولا دکھیا۔ ابراہیم چاچے کی گھر آلی دھرتی پے بال کھولے پھسکڑا مارے بیٹھی تھی اَر سِر نے اورے دھورے ماردے ہوئے سانس لیندی چھوڑ دی بیرا ءِ نا کے کے کہن لاگ رہی تھی۔ ابراہیم چاچا ہک دھک

کھڑیا تھا۔ اُس کے منہ پے ایک رنگ آ رھیا تھا ایک جا رہیا تھا۔ چاچا ابراہیم اُوتا نپوتا مانس تھا۔ پہلڑی لگائی نیں مرے سات سال ہو لئے تھے۔ چھ ءِ مہنیاں پہلے اس نے داری تے نکاح کر لیا تھا۔ چاچا داری نیں پہلڑی لگائی تے بھی گھنا چاہوے تھا۔ داری نیں بھی آندے ءِ سارا گھر سنبھال لیا تھا۔ گھر تو اس کا بھی اور گھراں بر گاءِ تھا۔ گارے ہاتھ تے بنی ایک کوٹھڑی تھی پر اس نے کیکر کانڈیاں کا چوکڑا مار کے بڈاءِ آنگن بنا راکھیا تھا۔ آنگن میں ترکاری بو راکھی تھی۔ وا اپنی اس ءِ دنیا میں مگن تھی۔ اللہ ءِ جانے آج کے ہو گیا تھا اس کے۔

''چاچا کے ہویا؟'' رابو نیں دھورے آ کے پوچھیا۔

''بیراءِ نھی کے ہویا۔ تڑکے ءِ تو اچھی بھلی تھی۔ میں دن میں روٹی کھان آیا تو بولی بیراءِ ناں کس کے ڈانگر ایک اوڑ تے باڑی چر گے۔ چٹنی کرن نیں پدینہ توڑ دی توڑ دی ءِ رون لاگ گی۔ پھیر چان چک میرا ہاتھ پکڑ کے اُرے آئی۔ اِیب بیرا نھی کے کھوے سے۔ بس تڑ پھے سے اَر بولے سے۔ چاچے نیں بھتایا اَر پھیر داری کے دھورے بیٹھ کے تولی تولی پنکھا جھولن لاگ گیا۔

''میں تو بہرا ہو لیا منے تو کچھ سنداءِ ناں'' چاچا پھیر بولیا'' میں سنوں کے کھوئے سے'' رابو نے کہیا اَر داری کے دھورے جا کھڑیا ہویا۔

گام کے مانس جو اِیب لگ پرے ءِ پرے تے دیکھن لاگ رہے تھے دھورے دھورے ہو لیئے۔

''پھٹوں۔۔۔'' داری نے پھنکارا ماریا''۔

''کوئے نھی بچے گا۔ سارا گام مِٹ جے گا۔ ایک مانس نھی رہوے گا۔ نہیں چھوڑوں گی۔ کِسے نیں نہیں چھوڑوں گی میں''۔ داری اپنا گات آپ توڑ دے ہوئے بولی۔

''کھیر کر مالک ارے کوئے پیر جی نیں بلاؤ تولی سی، چھوڑ دے میری داری نیں چھوڑ دے'' اِب کے چاچے کی سمجھ میں آءِ گیا۔

نئیں چھوڑوں۔ آج اس کی باری سے تڑکے۔۔۔ داری کے منہ تے مردانہ بول میں کہیا تو گام کے مانس گھبرا کے پھیر پیچھے ہٹ گے۔ رابو بھی گھبرا تو گیا پر پیچھے نہیں ہٹیا تھا۔

اس نیں پیر کا سُنیا تو تھا پر دیکھیا آج تھا۔ پیر جی دھان کی رسی تے بنی جوتی اَر اکھروٹ کی پکی چھال کی لوئی اوڑھے تولی تولی کھانسدا کھنگھاردا مانساں نے نیں پرے نیں کر دا داری کے نیڑے لا گیا اَر گرج کے بولیا کون سے اَرکت تے آیا سے تیں؟''

''گاماسوں! ٹیکڑی تے آیا سوں'' داری کے منہ تے مردانہ بول لکڑیا۔ میرے بابے کی اُت ٹیکڑی پہ قبر سے۔

تو مانساں میں بھبھنا ہٹ ماچ گی۔ یوہ گاما کون سے؟ سارے بُوجھن لاگ گے۔

کون گاما؟ ''کے چاہوے سے بول؟'' پیر جی نیں گرج کے پوچھیا۔

چُپ۔۔۔۔ سانساں کا اتار چڑھاءِ ''بول کے چاہوے سے نھئے میرے بُرا کوئی نھی ہوگا''

پیر جی نیں داری کا کاندھا جھنجھوڑ دے ہوئے پھیر پوچھیا!

کتنے برس ہوئے میرے ناں پے درود ناں فاتحہ، کوئے کاٹڑا ناں بکرا!

''میرے پوتے پڑپوتے جماں ءِ بھول گئے منے۔۔۔۔

نئیں بچے گا کوئے نھی بچے گا۔

''لیاؤ۔ لیاؤ بکرا لیاؤ۔ بکرا چاہیئے۔ بابے نیں بکرا چاہیئے اِبے'

داری نیں مردانہ بول میں کہیا۔

''اِس بچاری نیں کے بگاڑیا سے تیرا؟

پیر جی نین داری کے کاندے پہ ہاتھ دھر دے ہووے کہیا'

''بس وا ہے دیدیو'

واہ چکی کے آگے کھڑیا کالا بکرا''

''لیاؤ۔ اِبے لیاؤ۔ سب نیں کھواؤ۔ اِبے نئیں تو۔۔۔''

''پھیر چھوڑ دے گا اس نیں؟

''ہاں''

''گام کے کسے گھر میں نھی آوے گا؟

''نئیں پر کالا بکرا اِبے دیو۔نئیں تو کوئے مانس بچے گا ناں ڈانگر ءِ رہے گا گام میں یاد راکھیو'

''ٹھیک سے جیو کر تیں کہوے سے نیویں ہوگا۔اِیب جا چھوڑ دے اس نیں'' پیر جی نیں گُسے سے کہیا تو داری کی ساری ءِ جان کا بنی تھر تھرائی ار واہ دھیڑ دے سی دھرتی میں پڑ گی۔ پیر جی نے پانی منگایا دم کر کے پانی داری کے منہ پے چھڑکیا کچھ پانی اُس تے پیایا تو واہ اُٹھ کے بیٹھ گی۔ابراہیم چاچے نیں اپنے پٹکے کی لڑ تھے ماتھے پہ آیا پسینہ پونجھیا۔تو واہ رُک رُک کے بولی

''میرے کے ہویا؟

''کچھ نھی تیں ٹھیک سے چال گھراں'' ابراہیم چاچے نیں کہیا تو واہ اُٹھ کے اس کے گیل گھر بگ گی۔ابراہیم چاچے نیں واپس آ کے پیر جی تے کچھ رپیئے اَر کچھ ملی دیئی تو وینھ بھی اپنے حجرے کانی چال پڑے۔

گام آلے بی بڑ بڑاندے اپنے گھراں کا ہنی ہو لئے۔

اگلے دن رابو ڈانگراں نیں چران ٹیکڑی کانی گیا تو اس نے دیکھیا ایک کالے بکرے کی کھال ایک اوڑ نے ٹنگی سُوکن لاگ رہی تھی۔کتنا اونچا ٹھاڈا بکرا تھا۔داری چاچی کی باڑی کے اورے دھورے لاگی کانڈیاں کی اوٹ کے اوپر تے سر کاڈھ کے باڑی چریا کرے تھا۔اَر کدے اس کے کانڈا نھی چُبھے تھا۔

رابو نیں آنکھ پاڑے دیکھ کے سادو مامی گھبرا گی۔

اَر نرمی تے بولی!

''کے بات سے بیٹا؟

آج پہلی بار سادو مامی نیں اس طرح بات کری تھی۔اتنا سندے ءِ رابو دھم دے سی دھرتی میں بیٹھ گیا اس کا سر میں جھٹکے لاگیں تھیں اَر گات میں کانبنی چھوٹ ری تھی۔

''مریاں اے مریاں''

سادو مامی نیں رُکا دیا تو مریم بھاجی آئی۔ □

''کے بات سے ماں؟

''بھاج کے اپنے باپ نیں بلا لیا دیکھ کے ہو رھیا سے رابو کے اللہ تیں رحم کریئے'' سادو مامی کے آپ کانبنی لاگ لی تھی۔واہ اُت سے اٹھن لاگی تو اسنے رابو کا گھگھیا یا ہویا بول سنیا۔

''کِت چالی۔بیٹھ اڑے۔سُن'۔ تنے آج سب سنناءِ پڑے گا۔نندسُوں میں تیری۔ کے میرا بیٹا تیرا بیٹا کونی؟''

''سے بو بو سے۔کیوں نھی'

''پھیر'

''مافی دے دے بو بو اِیب نھی کروں گی''

''مافی؟ درود فاتحہ دواوے گی؟

''ہاں بو بو کیوں نھی'

''مرغا کاٹ۔مرغا کھاؤں گی میں سارے کا سارا۔واہ مرغا۔بڑا لال پیلے پراں آلا''

''واہ چھوٹا کالا ٹھیک نھی سے؟ بو بو واہ دیسی سے''

''نہیں جو تیرے تے کہیا واہے لیوں گی''

''نہیں تو۔کال مریاں پھیر تیری باری پھیر۔۔۔'

''نہیں نہیں بو بو۔میں لائِ دیوں گی''

''سارا۔آ چھی ڈھال پکا کے۔جا پکڑ لیا۔نہیں تیں اَڑے ءِ ٹھہر۔تھم جا'' اتنے میں ماماں بھاجیا آیا، آندے ءِ رابو کے سر پے ہاتھ پھیریا پچکاریا۔مریم باپ کے دھورے ءِ کھڑی رابو نیں دیکھن لاگ رہی تھی جو لامبے لامبے سانس لے رہیا تھا۔اِس کے سِر میں اِیب لگ جھٹکے لاگیں تھے۔گات بی گرم ہو رہیا تھا۔مامی نیں ساری بات بھتائی اَر بولی۔

''تیں تول کر۔مرغا پکڑ کے حلال کر لیا''

مامے کے گیاں پاچھے اس نے مریم تھے پانی منگایا تو رابو داری چاچی کی ڈھال دھرتی

پے لِٹ لیا، پانی کا چھینٹا کھا کے اُس نیں آنکھ کھولی تو کٹیا ہو یا مرغا کیں کیں کرن لاگ رہیا تھا۔
ماماں بھیتراں آیا تو رابو نیں اس کا نی دیکھ انداں میں جیب داب لی تھی ار پھیر آنکھ میچ لی تھی۔۔۔